سُوْرَةُ الْمُؤْمِن

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مومن مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچاسی آیتیں ہیں اور نو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ

اتارنا کتاب کا اللہ سے ہے جو زبردست ہے خبردار گناہ

الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ؕ

بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب دینے والا مقدور والا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ

کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے اسی کی طرف پھر جانا ہے وہی جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں

اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾

جو منکر ہیں سو تجھ کو دھوکا نہ دے یہ بات کہ وہ چلتے پھرتے ہیں شہروں میں

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠

جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے قوم نوح کی اور کتنے فرقے ان سے پیچھے

وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا

اور ارادہ کیا ہر امت نے اپنے رسول پر کہ اس کو پکڑ لیں اور لانے لگے

بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ

جھوٹے جھگڑے کہ اس سے ڈگا دیں سچے دین کو پھر میں نے ان کو پکڑ لیا (تو) پھر کیسا ہوا

كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ

میرا سزا دینا اور اسی طرح ٹھیک ہو چکی بات تیرے رب کی منکروں پر

كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ

کہ یہ ہیں دوزخ والے جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش کو

وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

اور جو اس کے گرد ہیں پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں اور اس پر یقین رکھتے ہیں

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ

اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے اے پروردگار ہمارے ہر چیز سمائی ہوئی ہے

رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا

تیری بخشش اور خبر میں سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں اور چلیں تیری

سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ

راہ پر اور بچا ان کو آگ کے عذاب سے اے رب ہمارے اور داخل کر ان کو

جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ

سدا بسنے کے باغوں میں جن کا وعدہ کیا تو نے ان سے اور جو کوئی نیک ہو ان کے باپوں میں

وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾

اور عورتوں میں اور اولاد میں بے شک تو ہی ہے زبردست حکمت والا

وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ

اور بچا ان کو برائیوں سے اور جس کو تو بچائے برائیوں سے اس دن اس پر

رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾

مہربانی کی تو نے اور یہ جو ہے یہی ہے بڑی مراد پانی

خُلاصۂ تفسیر

حٰمٓ (اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا ہے، قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کے پاس (سب کو) جانا ہے (پس قرآن مجید اور توحید کی حقیقت کا مقتضا یہ ہے کہ اس میں انکار و جدال نہ کیا جاوے مگر پھر بھی) اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں میں (یعنی قرآن میں جو توحید پر

بھی مشتمل ہے) وہی لوگ (ناحق کے) جھگڑے نکالتے ہیں جو (اس کے) منکر ہیں (اور اس انکار کا مقتضا یہ ہے کہ ان کو سزا دی جاتی، لیکن عاجلاً سزا نہ ہونا استدراج یعنی چند روزہ مہلت دینا ہے) سو ان لوگوں کا شہروں میں (امن و امان سے دنیوی کاروبار کے لئے) چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے (کہ اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ اسی طرح سزا و عذاب سے بچے رہیں گے اور آرام سے رہیں گے اور آپ کے اس خطاب سے دوسروں کو سُنانا مقصود ہے، غرض ان پر دارو گیر ضرور ہوگی خواہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی یا صرف آخرت میں چنانچہ) ان سے پہلے نوح (علیہ السلام) کی قوم نے اور دوسرے گروہوں نے بھی جو ان کے بعد ہوئے (جیسے عاد و ثمود وغیرہم دین حق کو) جھٹلایا تھا اور ہر امت (میں سے جو لوگ ایمان نہ لائے تھے انھوں) نے اپنے پیغمبر کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا (کہ پکڑ کر قتل کر دیں) اور ناحق کے جھگڑے نکالے تاکہ اُس ناحق سے حق کو باطل کر دیں سو میں نے (آخر) اُن پر دارو گیر کی سو (دیکھو) میری طرف سے (ان کو) کیسی سزا ہوئی اور (جس طرح اُن کو دنیا میں سزا ہوئی) اسی طرح تمام کافروں پر آپ کے پروردگار کا یہ قول ثابت ہو چکا ہے کہ وہ لوگ (آخرت میں) دوزخی ہوں گے (یعنی یہاں بھی سزا ہوئی اور وہاں بھی ہوگی، اسی طرح کفر کے سبب ان کفار حاضرین کو بھی دارو گیر اور سزا ہونے والی ہے خواہ دونوں عالم میں یا آخرت میں۔ یہ تو حال ہے منکرین کا کہ مستحق اہانت و عقوبت ہیں اور جو لوگ موحد اور مؤمن ہیں وہ ایسے مکرّم ہیں کہ ملائکہ مقربین ان کے لئے دعا و استغفار کرنے میں مشغول رہتے ہیں جو کہ حسب قاعدہ يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ اس کی علامت ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے اس پر مامور ہیں کہ مؤمنین کے لئے استغفار کیا کریں۔ اس سے مؤمنین کا محبوب عند اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ) جو فرشتے کہ عرش (الٰہی) کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے (اس طرح دعا و) استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت ——— (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے (پس اہل ایمان پر بدرجہ اولیٰ رحمت ہوگی اور ان کے ایمان کا آپ کو علم بھی ہے) سو ان لوگوں کو بخش دیجئے جنھوں نے (شرک و کفر سے) توبہ کر لی ہے اور آپ کے رستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ اے ہمارے پروردگار اور (دوزخ سے بچا کر) ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر دیجئے اور اُن کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق (یعنی مؤمن) ہوں (گو ان مؤمنین کے درجے کے نہ ہوں) ان کو بھی داخل کر دیجئے، بلاشک آپ زبردست حکمت والے ہیں (کہ مغفرت پر قادر ہیں اور ہر ایک کے مناسب اس کو درجہ عطا فرماتے ہیں) اور (جیسا ان کو دوزخ سے جو کہ عذاب اعظم ہے بچانے کے لئے آپ سے دعا ہے اسی طرح یہ بھی دعا ہے کہ) ان کو (قیامت کے دن ہر طرح کی) تکالیف سے بچائیے (گو وہ جہنم

سے خفیف ہوں جیسے میدان قیامت کی پریشانیاں) اور آپ جس کو اس دن تکلیف سے بچالیں تو اس پر آپ نے (بہت مہربانی فرمائی۔ اور یہ (جو مذکور ہوا مغفرت و حفاظت عذاب اکبر و اصغر سے اور دخول جنت) بڑی کامیابی ہے (پس اپنے مؤمن بندوں کو اس سے محروم نہ رکھئے)۔

مَعارف ومَسائل

سورۃ مؤمن کی خصوصیات اور فضائل وغیرہ

یہاں سے سورۃ احقاف تک سات سورتیں ——— حٰمٓ سے شروع ہوتی ہیں ان کو آل حٰمٓ یا حوامیم کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ آل حٰمٓ دیباج القرآن ہے (دیباج ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں۔ مراد اس سے زینت ہے)۔ اور مسعر بن کدام فرماتے ہیں کہ ان کو عرائس کہا جاتا ہے یعنی دلہنیں۔ اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک مغز اور خلاصہ ہوتا ہے۔ قرآن کا خلاصہ آل حٰمٓ ہیں یا فرمایا کہ حوامیم ہیں۔ یہ سب روایتیں امام عالم ابو عبید قاسم بن سلام رحؒ نے اپنی کتاب فضائل القرآن میں لکھی ہیں۔

اور حضرت عبد اللہ رضؓ نے فرمایا کہ قرآن کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنے اہل و عیال کی رہائش کے لئے جگہ کی تلاش میں نکلا۔ تو کسی ہرے بھرے میدان کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہے۔ اچانک آگے بڑھا تو روضات دمثات یعنی ایسے باغات جن کی زمین میں اُگانے کا مادہ سب سے زیادہ ہے ان کو دیکھ کر کہنے لگا میں تو بارش کی پہلی ہی ہریالی کو دیکھ کر تعجب کر رہا تھا۔ یہ تو اُس سے بھی عجیب تر ہیں تو اُس سے یہ کہا جائے گا کہ پہلی ہریالی اور سرسبزی کی مثال عام قرآن کی مثال ہے اور روضات دمثات کی مثال قرآن میں سے آل حٰمٓ کی مثال ہے۔ اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ جب میں تلاوت قرآن کرتے ہوئے آل حٰمٓ پر آجاتا ہوں تو گویا ان میں میری بڑی تفریح ہوتی ہے۔

ہر بلا سے حفاظت

اور مسند بزار میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے شروع دن میں آیۃ الکرسی اور سورۃ مؤمن (کی پہلی تین آیتیں حٰمٓ سے إِلَيْهِ الْمَصِيرُ تک) پڑھ لیں۔ وہ اس دن ہر برائی اور تکلیف سے محفوظ رہے گا۔ اس کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے جس کی سند میں ایک راوی متکلم فیہ ہے۔

(ابن کثیر صفحہ ۶۹ ج ۴)

دشمن سے حفاظت

ابو داؤد و ترمذی میں باسناد صحیح حضرت مہلب بن ابی صفرہ رضؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ مجھ سے ایسے شخص نے روایت کی کہ جس نے خود رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ (کسی جہاد کے موقع پر رات میں حفاظت کے لئے) فرما رہے تھے کہ اگر رات میں تم پر چھاپہ مارا جائے تو تم حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ پڑھ لینا جس کا حاصل لفظ حٰمٓ کے ساتھ یہ دُعا کرنا ہے کہ ہمارا دشمن کامیاب نہ ہو۔ اور بعض روایات میں حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْا بغیر نون کے آیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تم حٰمٓ کہو گے تو دشمن کامیاب نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حٰمٓ دشمن سے حفاظت کا قلعہ ہے۔ (ابن کثیرؒ)

ایک عجیب واقعہ حضرت ثابت بنانی رحؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زبیرؓ کے ساتھ کوفہ کے علاقہ میں تھا۔ میں ایک باغ کے اندر چلا گیا کہ دو رکعت پڑھ لوں۔ میں نے نماز سے پہلے حٰمٓ المؤمن کی آیتیں اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ تک پڑھیں، اچانک دیکھا کہ ایک شخص میرے پیچھے ایک سفید خچر پر سوار کھڑا ہے جس کے بدن پر یمنی کپڑے ہیں۔ اس شخص نے مجھ سے کہا کہ جب تم غَافِرِ الذَّنْبِ کہو تو اس کے ساتھ یہ دُعا کرو، یَا غَافِرَ الذَّنْبِ اغْفِرْ لِیْ یعنی اے گناہوں کے معاف کرنے والے مجھے معاف کردے اور جب تم پڑھو قَابِلِ التَّوْبِ تو یہ دعا کرو یَا قَابِلَ التَّوْبِ اقْبَلْ تَوْبَتِیْ یعنی اے توبہ کے قبول کرنے والے میری توبہ قبول فرما پھر جب پڑھو شَدِیْدِ الْعِقَابِ تو یہ دعا کرو یَا شَدِیْدَ الْعِقَابِ لَا تُعَاقِبْنِیْ یعنی اے سخت عقاب والے مجھے عذاب نہ دیجئے۔ اور جب ذِی الطَّوْلِ پڑھو تو یہ دُعا کرو یَا ذَا الطَّوْلِ طُلْ عَلَیَّ بِخَیْرٍ۔ یعنی اے انعام واحسان کرنے والے مجھ پر انعام فرما۔

ثابت بنانی رحؒ کہتے ہیں یہ نصیحت اس سے سننے کے بعد جو اُدھر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں اس کی تلاش میں باغ کے دروازے پر آیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ ایک ایسا شخص یمنی لباس میں یہاں سے گذرا ہے، سب نے کہا کہ ہم نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا۔ ثابت بنانیؒ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ الیاس علیہ السلام تھے، دوسری روایت میں اس کا ذکر نہیں۔ (ابن کثیرؒ)

ان آیات کی تاثیر اصلاح خلق میں اور فاروق اعظمؓ کی ایک عظیم ہدایت مصلحین کے لئے ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم کی سند سے نقل کیا ہے کہ ایک اہل شام میں سے بڑا بارعب قوی آدمی تھا اور فاروق اعظمؓ کے پاس آیا کرتا تھا، کچھ عرصہ تک وہ نہ آیا تو فاروق اعظمؓ نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین اس کا حال نہ پوچھئے وہ تو شراب میں بدمست رہنے لگا۔ فاروق اعظمؓ نے اپنے منشی کو بلایا اور کہا کہ یہ خط لکھو۔

من عمر بن الخطاب الی فلان بن فلان۔ سلام علیک فانی احمد الیک اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب ذی الطول	منجانب عمر بن خطاب بنام فلاں بن فلاں۔ سلام علیک، اس کے بعد میں تمہارے لئے اُس اللہ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ	کرنے والا، سخت عذاب والا، بڑی قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

پھر حاضرین مجلس سے کہا کہ سب مل کر اس کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پھیر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے۔ فاروق اعظمؓ نے جس قاصد کے ہاتھ یہ خط بھیجا تھا اس کو ہدایت کر دی تھی کہ یہ خط اس کو اس وقت تک نہ دے جب تک کہ وہ نشہ سے ہوش میں نہ آئے اور کسی دوسرے کے حوالے نہ کرے۔ جب اس کے پاس حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ خط پہنچا اور اس نے پڑھا تو بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور غور کرتا رہا کہ اس میں مجھے سزا سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ پھر رونے لگا اور شراب خوری سے باز آگیا، تو ایسی توبہ کی کہ پھر اس کے پاس نہ گیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کو جب اس اثر کی خبر ملی تو لوگوں سے فرمایا کہ ایسے معاملات میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہئے کہ جب کوئی بھائی کسی لغزش میں مبتلا ہو جائے تو اس کو درستی پر لانے کی فکر کرو اور اس کو اللہ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ سے اس کے لئے دُعا کرو کہ وہ توبہ کرلے۔ اور تم اس کے مقابلہ پر شیطان کے مددگار نہ بنو۔ یعنی اس کو بُرا بھلا کہہ کر یا غصہ دلا کر اور دین سے دُور کردو گے تو یہ شیطان کی مدد ہوگی۔ (ابن کثیرؒ)

تنبیہ جو لوگ اصلاح خلق اور تبلیغ و دعوت کی خدمت انجام دینے والے ہیں ان کے لئے اس حکایت میں ایک عظیم الشان ہدایت ہے کہ جس شخص کی اصلاح مقصود ہو اس کے لئے خود بھی دعا کرو پھر نرمی سے اس کو درستی کی طرف لاؤ۔ اشتعال انگیزی نہ کرو کہ اس سے اس کو نفع نہیں پہنچے گا بلکہ شیطان کی امداد ہوگی اور وہ اس کو اور زیادہ گمراہی میں مبتلا کر دے گا۔ (آگے آیت کی تفسیر دیکھئے):۔

حٰمٓ۔ بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے مگر ائمہ متقدمین کے نزدیک یہ حروف مقطعات سب متشابہات میں سے ہیں جن کے معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک راز ہیں۔

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ۔ غَافِرِ الذَّنْبِ کے لفظی معنی ہیں گناہ پر پردہ ڈالنے والا اور قَابِلِ التَّوْبِ کے معنی توبہ قبول کرنے والا، یہ دو لفظ الگ الگ لائے گئے اگرچہ مفہوم دونوں کا تقریباً ایک معلوم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ غَافِرِ الذَّنْبِ میں اشارہ اس طرف کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر بھی قدرت ہے کہ کسی بندے کا گناہ بغیر توبہ کے بھی معاف کردے اور توبہ کرنے والوں کو معافی دینا دوسرا وصف ہے۔ (مظہری)

ذِی الطَّوْلِ۔ طَوْل کے لفظی معنی وسعت و غنا کے ہیں اور قدرت کے معنی میں بھی آتا ہے، فضل و

و احسان کے معنی میں بھی۔ (مظہری)

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ اس آیت نے جدال فی القرآن کو کفر قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ جِدَالًا فِی الْقُرْاٰنِ کُفْرٌ یعنی بعض جدال قرآن میں کفر ہوتے ہیں۔ (رواہ البغوی والبیہقی فی الشعب عن ابی ہریرۃ رض ورواہ ابو داؤد والحاکم وصححہ۔ مظہری)

اور حدیث میں ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کی آواز سنی جو کسی آیت قرآن کے متعلق جھگڑ رہے تھے، آپ غضبناک ہو کر باہر تشریف لائے کہ آپ کے چہرہ مبارک سے غصہ کے آثار محسوس ہو رہے تھے اور فرمایا کہ تم سے پہلی امتیں اسی سے ہلاک ہوئیں کہ وہ اللہ کی کتاب میں جدال کرنے لگی تھیں (رواہ مسلم عن عبداللہ بن عمرو بن شعیب۔ مظہری)

یہ جدال جس کو قرآن و حدیث نے کفر قرار دیا اس سے مراد قرآنی آیات پر طعن کرنا اور فضول قسم کے شبہات نکال کر اس میں جھگڑا ڈالنا ہے یا کسی آیت قرآن کے ایسے معنی بیان کرنا جو دوسری آیات قرآن اور نصوص سنت کے خلاف ہوں جو تحریف قرآن کے درجہ میں ہے ورنہ کسی مبہم یا مجمل کلام کی تحقیق یا مشکل کلام کا حل تلاش کرنا یا کسی آیت سے احکام و مسائل کے استنباط میں باہم بحث و تحقیق کرنا اس میں داخل نہیں بلکہ وہ تو بڑا ثواب ہے۔ (قاضی بیضاوی۔ قرطبی، مظہری)

فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۔ کفار قریش سردی میں یمن کا اور گرمی میں ملک شام کا تجارتی سفر کرتے تھے اور حرم بیت اللہ کی خدمت کی وجہ سے ان کا سارے عرب میں احترام تھا۔ اس لیے اپنے سفروں میں محفوظ رہتے اور تجارتی منافع حاصل کرتے تھے۔ اسی سے ان کی مالداری اور ریاست قائم تھی اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے باوجود ان کی یہ صورت قائم رہنا ان کے لئے فخر و غرور کا سبب تھا کہ اگر ہم اللہ کے نزدیک مجرم ہوتے تو یہ نعمتیں سلب ہو جاتیں۔ اس سے کچھ مسلمانوں کو بھی شبہات پیدا ہونے کا امکان تھا، اس لئے اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و مصلحت سے ان کو یہ چند روزہ مہلت دے رکھی ہے، اس سے آپ یا مسلمان کسی دھوکہ میں نہ پڑیں۔ چند روزہ مہلت کے بعد ان پر عذاب آنے والا ہے اور یہ ریاست فنا ہونے والی ہے جس کی ابتدا غزوہ بدر سے ہوئی اور فتح مکہ تک یہ جال کے اندر اس کا پورا ظہور ہو گیا۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ ۔ حاملان عرش فرشتے اب چار ہیں اور قیامت کے روز آٹھ ہو جائیں گے اور عرش کے گرد کتنے فرشتے ہیں ان کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔ بعض روایات میں ان کی صفوں کی تعداد بتلائی ہے جو لاکھوں تک پہنچتی ہے ان کو کروبی کہا جاتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں۔ اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ یہ سب مقرب فرشتے مومنین کے لئے خصوصاً جو گناہوں سے تائب اور شریعت کے متبع ہو جائیں انکے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ یا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام پر مامور فرمایا ہے یا ان کی فطرت و طبیعت ہی ایسی ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندوں کیلئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں مومنین کے خیر خواہ سب سے زیادہ اللہ کے فرشتے

ہیں۔ انکی دعا مومنین کے لئے ایک تو یہ ہوئی کہ ان کی مغفرت فرما اور عذاب جہنم سے بچا۔ اور ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں داخل فرما۔ اس کے ساتھ یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۔ یعنی ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جن میں صلاحیت مغفرت کی ہو یعنی جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے ان کو بھی انھیں لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان تو شرط نجات ہے ایمان کے بعد دوسرے اعمال صالحہ ہیں۔ مسلمان کے متعلقین باپ دادے یا بیوی اور اولاد اگر اس کے درجہ سے نیچے بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے اکرام میں کم درجہ کے متعلقین کو بھی جنت میں انھیں کے ساتھ کر دیں گے تاکہ ان کی خوشی و مسرت مکمل ہو جائے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ۔

حضرت سعید بن جبیر رح نے فرمایا کہ مومن جب جنت میں جائے گا تو اپنے باپ، بیٹے، بھائی وغیرہ کو پوچھے گا کہ وہ کہاں ہیں اس کو بتلایا جائے گا کہ انھوں نے تمہارے جیسا عمل نہیں کیا (اس لئے وہ یہاں نہیں پہنچ سکیں گے) یہ کہے گا کہ میں نے جو عمل کیا تھا وہ صرف اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے اور ان کے لئے کیا تھا تو حکم ہو گا ان کو بھی جنت میں داخل کر دو۔ (ابن کثیر)

تفسیر مظہری میں اس روایت کو نقل کر کے فرمایا کہ یہ موقوف بحکم مرفوع ہے اور اس بارے میں صریح ہے کہ صلاحیت جو اس آیت میں شرط قرار دی گئی ہے اس سے مراد نفس ایمان ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ
جو لوگ منکر ہیں ان کو پکار کر کہیں گے اللہ بیزار ہوتا تھا زیادہ اس سے جو

مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿١٠﴾
تم بیزار ہوئے ہو اپنے جی سے جس وقت تم کو بلاتے تھے یقین لانے کو پھر تم منکر ہوتے تھے

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا
بولیں گے اے رب ہمارے تو موت دے چکا ہم کو دو بار اور زندگی دے چکا دو بار اب ہم قائل ہوئے

بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿١١﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ
اپنے گناہوں کے پھر اب بھی ہے نکلنے کو کوئی راہ یہ تم پر اس واسطے ہے کہ

اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ
جب پکارا کسی نے اللہ کو اکیلا تو تم منکر ہوتے اور جب پکارتے اس کے ساتھ شریک کو تو

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿١٢﴾
تم یقین لانے لگتے اب حکم وہی جو کرے اللہ سب سے اوپر بڑا

خلاصۂ تفسیر

جو لوگ کافر ہوئے (وہ جب دوزخ میں جاکر اپنے شرک و کفر اختیار کرنے پر حسرت و افسوس کریں گے اور خود ان کو اپنے سے سخت نفرت ہوگی یہاں تک غصہ کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھادیں گے۔ جیسا کہ درمنثور میں حضرت حسن سے روایت ہے۔ اس وقت) ان کو پکارا جاوے گا کہ جیسی تم کو (اس وقت) اپنے سے نفرت ہے اس سے بڑھ کر خدا کو تم سے نفرت تھی جبکہ تم (دنیا میں) ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے پھر (بلانے کے بعد) تم نہیں مانا کرتے تھے (مقصود اس سے ان کی حسرت و ندامت میں اور زیادتی کرنا ہے) وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار (ہم جو دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کیا کرتے تھے اب ہم کو اپنی غلطی معلوم ہوگئی۔ چنانچہ دیکھ لیا کہ) آپ نے ہم کو دو مرتبہ مردہ رکھا (ایک مرتبہ پیدائش سے پہلے کہ ہم بے جان مادہ کی صورت میں تھے اور دوسری مرتبہ اس عالم میں آنے اور زندہ ہونے کے بعد متعارف موت سے مردہ ہوئے) اور دو مرتبہ زندگی دی (ایک دنیا کی زندگی اور دوسری آخرت کی زندگی۔ یہ چار حالتیں ہیں جن میں سے انکار تو صرف ایک یعنی آخرت کی زندگی کا تھا مگر باقی تین حالتوں کا ذکر اس لئے کر دیا کہ وہ یقینی تھیں اور اس اقرار کا مقصد یہ تھا کہ اب چوتھی قسم بھی پہلی تین کی طرح یقینی ہوگئی) سو ہم اپنی خطاؤں کا (جن میں اصل مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار تھا، باقی سب اسی کی فروع تھیں) اقرار کرتے ہیں تو کیا (یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے (کہ دنیا میں پھر جاکر ان خطاؤں کا تدارک کرلیں۔ جواب میں ارشاد ہوگا کہ تمہارے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی بلکہ ہمیشہ یہیں رہنا ہوگا۔ اور) وجہ اس کی یہ ہے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا (یعنی توحید کا ذکر ہوتا تھا) تو تم انکار کیا کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے اس لئے فیصلہ اللہ کا (کیا ہوا) ہے جو عالیشان (اور) بڑے مرتبے والا ہے (یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ کے علو و کبریاء کے اعتبار سے یہ جرم عظیم تھا اس لئے فیصلہ میں سزا بھی عظیم ہوئی یعنی دائمی جہنم)۔

هُوَ الَّذِىْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ

وہی ہے تم کو دکھلاتا اپنی نشانیاں اور اتارتا ہے تمہارے واسطے آسمان سے روزی

وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

اور سوچ وہی کرے جو رجوع رہتا ہو سو پکارو اللہ کو خالص کر کر اسکے واسطے

الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو

بندگی اور پڑے برا مانیں منکر وہی ہے اونچے درجوں والا مالک

الْعَرْشِ ۚ يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

عرش کا اتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں

لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى

تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہونگے چھپی نہ رہے گی

عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَىْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ

اللہ پر ان کی کوئی چیز کس کا راج ہے اس دن اللہ کا ہے جو اکیلا ہے

الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ

دباؤ والا آج بدلہ ملے گا ہر جی کو جیسا اس نے کمایا بالکل ظلم

الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ

نہیں آج بیشک اللہ جلد لینے والا ہے حساب اور خبر سنادے ان کو اس نزدیک

الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ

آنے والے دن کی جس وقت دل پہنچیں گے گلوں کو تو وہ دبا رہے ہوں گے کوئی نہیں گنہگاروں کا

مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ

دوست اور نہ سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ

وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ

اور جو کچھ چھپا ہوا ہے سینوں میں اور اللہ فیصلہ کرتا ہے انصاف سے اور جن کو

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَىْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

پکارتے ہیں اس کے سوائے نہیں فیصلہ کرتے کچھ بھی بے شک اللہ جو ہے

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

وہی ہے سننے والا دیکھنے والا کیا وہ پھرے نہیں ملک میں کہ دیکھیں

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْا
انجام کیسا ہوا ان کا جو تھے ان سے پہلے وہ تھے

هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
ان سے سخت زور میں اور نشانیوں میں جو چھوڑ گئے زمین میں پھر ان کو پکڑا اللہ نے

بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝۲۱ ذٰلِكَ
ان کے گناہوں پر اور نہ ہوا ان کو اللہ سے کوئی بچانے والا یہ اس لئے کہ

بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا
ان کے پاس آتے تھے ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر پھر منکر ہوگئے

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۲
تو ان کو پکڑا اللہ نے بیشک وہ زورآور ہے سخت عذاب دینے والا

خلاصۂ تفسیر

وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں (قدرت کی) دکھاتا ہے (تاکہ تم ان سے توحید پر استدلال کرو) اور (وہی ہے جو) آسمان سے تمہارے لئے رزق بھیجتا ہے (یعنی بارش بھیجتا ہے جس سے رزق پیدا ہوتا ہے، یہ بھی منجملہ مذکورہ نشانیوں کے ہے) اور (ان نشانیوں سے) صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے، جو (خدا کی) طرف رجوع (کرنے کا ارادہ) کرتا ہے (کیونکہ ارادہ رجوع سے غور و تامل نصیب ہوتا ہے، اس سے حق تک رسائی ہو جاتی ہے) تو (جب توحید پر دلائل قائم ہیں تو) تم لوگ خدا کو خالص اعتقاد کر کے (یعنی توحید کے ساتھ) پکارو (اور مسلمان ہو جاؤ) گو کافروں کو ناگوار ہو (اس کی پروا نہ کرو کیونکہ) وہ رفیع الدرجات ہے، وہ عرش کا مالک ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وحی یعنی اپنا حکم بھیجتا ہے تاکہ وہ (صاحب وحی لوگوں کو) اجتماع کے دن (یعنی قیامت کے دن) سے ڈرائے جس دن سب لوگ (خدا کے سامنے آ موجود ہوں گے (کہ) اُن کی بات خدا سے مخفی نہ رہے گی آج کے روز کس کی حکومت ہوگی، بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا (اور) غالب ہے آج ہر شخص کو اُس کے کئے (ہوئے کاموں) کا بدلہ دیا جاوے گا، آج (کسی پر) کچھ ظلم نہ ہوگا اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے اور (اس لئے) آپ ایک قریب آنے والی مصیبت کے دن (یعنی روز قیامت) سے ڈرائیے جس وقت کلیجے منہ کو آجاویں گے (غم سے گھٹ گھٹ جاویں گے (اس روز) ظالموں (یعنی کافروں) کا نہ کوئی دلی دوست اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا جائے (اور) وہ (ایسا ہے کہ) آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور اُن (باتوں) کو بھی جو

سینوں میں پوشیدہ ہیں (جن کو دوسرا نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ وہ بندوں کے تمام کھلے اور چھپے اعمال سے باخبر ہے جن پر سزا اور جزا موقوف ہے) اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارا کرتے ہیں وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ (کیونکہ) اللہ ہی سب کچھ جاننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ (اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام صفات کمال سے موصوف اور جھوٹے معبود سب سے عاری ہیں اس لئے فیصلہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کے بس میں نہیں۔ اور یہ لوگ جو ان واضح دلائل کے بعد بھی انکار کرتے ہیں تو) کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں (اس کفر کی وجہ سے) ان کا کیسا انجام ہوا۔ وہ لوگ قوت اور اُن نشانیوں میں جو زمین پر چھوڑ گئے ہیں (مثل عمارات و باغات وغیرہ کے) اُن (موجودین) سے بہت زیادہ تھے سو ان کے گناہوں کی وجہ سے خدا نے ان پر داروگیر فرمائی (یعنی عذاب نازل کیا) اور ان کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ ہوا (آگے ان کے گناہوں کی تفصیل ہے کہ) یہ مواخذہ اس سبب سے ہوا کہ اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلیلیں (یعنی معجزات جو دلائل نبوت ہوتے ہیں) لیکر آتے رہے پھر انھوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مواخذہ فرمایا بے شک وہ بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے (جب ان موجودہ کافروں میں بھی وہی موجبات عذاب جمع ہیں تو یہ مواخذہ سے کیسے بچ سکتے ہیں۔)

معارف و مسائل

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ۔ درجات سے مراد بعض حضرات نے صفات قرار دیا ہے جس سے رفیع الدرجات کے معنی ہوئے، رفیع الصفات یعنی اس کی صفاتِ کمال سب سے زیادہ رفیع الشان ہیں۔ ابن کثیرؒ نے اسکو اپنے ظاہر پر رکھ کر یہ معنی بیان کئے کہ اس سے مراد رفعت عرش عظیم کا بیان ہے کہ وہ تمام زمینوں اور آسمانوں پر حاوی اور سب کے اوپر بمنزلہ چھت کے بلند ہے۔ جیسا کہ سورۂ معارج کی آیت میں ہے مِنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ ابن کثیرؒ کی تحقیق اس آیت کے متعلق یہ بھی ہے کہ یہ پچاس ہزار سال کی مقدار اُس مسافت کا بیان ہے جو ساتویں زمین سے عرش تک ہے اور اسی کو سلف و خلف کی بڑی جماعت کے نزدیک راجح قرار دیا ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ بہت سے علماء کے نزدیک عرش رحمٰن ایک یاقوت سرخ سے بنا ہے جس کا قطر اتنا بڑا ہے کہ وہ پچاس ہزار سال کی مسافت ہے۔ اسی طرح اُس کا ارتفاع ساتویں زمین سے پچاس ہزار سال کی مسافت تک ہے۔ اور بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ بمعنے رَافِعُ الدَّرَجٰتِ ہے یعنی اللہ تعالیٰ مومنین متقین کے درجات کو بلند فرمانے والا ہے جیسا کہ قرآن کی آیات اس پر شاہد ہیں نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ اور هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۔

يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ ۔ بَارِزُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ میدانِ حشر کی زمین چونکہ ایک سطح مستوی بنادی جائے گی جس میں کوئی پہاڑ یا غار یا عمارت اور درخت نہ ہوگا جس کی آڑ ہوسکے اس لئے سب کھلے میدان میں سامنے ہوں گے۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۔ یہ کلمہ آیات مذکورہ میں يَوْمَ التَّلَاقِ اور يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ کے بعد آیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ يَوْمَ التَّلَاقِ ملاقات و اجتماع کا دن نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگا اسی طرح يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ کا واقعہ بھی اس وقت ہوگا جب نفخۂ ثانیہ کے بعد نئی زمین ایک سطح مستوی کی صورت بنادی جائے گی، جس پر کوئی آڑ پہاڑ نہ ہوگا۔ اس کے بعد یہ کلمہ لِمَنِ الْمُلْكُ لانے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نفخۂ ثانیہ سے تمام خلائق کے دوبارہ پیدا ہونے کے بعد ہوگا۔ اس کی تائید قرطبی نے بحوالہ النحاس ایک حدیث سے پیش کی ہے جو ابووائل نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے، وہ یہ کہ تمام آدمی ایک صاف زمین پر جمع کئے جائیں گے جس پر کسی نے کوئی گناہ نہیں کیا ہوگا۔ اس وقت ایک منادی کو حکم ہوگا جو یہ ندا کرے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ یعنی آج کے دن ملک کس کا ہے۔ اس پر تمام مخلوقات مؤمنین و کافرین یہ جواب دیں گے کہ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ مؤمن تو اپنے اعتقاد کے مطابق خوشی و تلذذ کی صورت میں کہیں گے اور کافر مجبور و عاجز ہونے کی بناء پر رنج و غم کے ساتھ اس کا اقرار کریں گے۔

لیکن دوسری بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارشاد حق تعالیٰ خود ہی اس وقت فرمائیں گے جبکہ نفخۂ اولیٰ کے بعد ساری مخلوقات فنا ہو جاویں گی اور پھر مخصوص مقرب فرشتوں۔ جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور ملک الموتؑ کو بھی موت آجاوے گی۔ اور سوائے ذات حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے کوئی نہ ہوگا اس وقت حق تعالیٰ فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۔ اور چونکہ اس وقت جواب دینے والا کوئی نہ ہوگا تو خود ہی جواب دیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس میں سوال کرنے والا اور جواب دینے والا صرف ایک اللہ ہی ہے۔ محمد بن کعب قرظیؒ کا بھی یہی قول ہے اور اس کی تائید حضرت ابوہریرہؓ اور ابن عمرؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ساری زمینوں کو بائیں ہاتھ میں اور آسمانوں کو داہنے ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائیں گے۔ انا الملک این الجبارون این المتکبرون ۔ یعنی میں ہی ملک اور مالک ہوں آج جبارین اور متکبرین کہاں ہیں۔ تفسیر درمنثور میں اس طرح کی دونوں روایتیں نقل کرکے کہا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ کلمہ دو مرتبہ دہرایا جائے ایک نفخۂ اولیٰ اور فنائے عالم کے وقت دوسرا نفخۂ ثانیہ اور تمام خلائق کے دوبارہ زندہ ہونے کے وقت۔ بیان القرآن میں فرمایا کہ قرآن کریم کی تفسیر اس پر موقوف نہیں کہ دو ہی مرتبہ قرار دیا جائے بلکہ ہوسکتا ہے کہ آیات مذکورہ میں اس واقعہ کا ذکر ہو جو نفخۂ اولیٰ کے بعد ہوا تھا۔ اس کو اس وقت حاضر فرض کرکے یہ کلمہ فرمایا گیا ہو۔ واللہ اعلم

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ ۔ (یعنی الاعین الخائنۃ) خیانت نظر سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص لوگوں سے چرا کر ایسی چیز پر نظر ڈالے جو اس کے لئے حرام اور ناجائز ہو، جیسے کسی غیر محرم پر شہوت سے نظر کرے، اور جب کسی کو دیکھے تو نظر ہٹالے یا اس طرح نظر ڈالے کہ جس کو دیکھنے والے محسوس نہ کریں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب چیزیں ظاہر ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى

اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر اور کھلی سند

فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾

فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس پھر کہنے لگے یہ جادوگر ہے جھوٹا

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ

پھر جب پہنچا ان کے پاس لے کر سچی بات ہمارے پاس سے بولے مار ڈالو بیٹے ان کے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ۭ وَمَا كَيْدُ

جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ اور جیتی رکھو ان کی عورتیں اور جو داؤ ہے

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ

منکروں کا سو غلطی میں اور بولا فرعون مجھ کو چھوڑو

اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ

کہ مار ڈالوں موسیٰ کو اور پکارے اپنے رب کو میں ڈرتا ہوں کہ بگاڑ دے تمہارا دین

اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِى الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّىْ

یا پھیلائے ملک میں خرابی اور کہا موسیٰ نے میں

عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ

پناہ لے چکا ہوں اپنے اور تمہارے رب کی ہر غرور والے سے جو یقین نہ کرے

الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ڰ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ

حساب کے دن کا اور بولا ایک مرد ایماندار فرعون کے لوگوں میں جو چھپاتا تھا

اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ

اپنا ایمان کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور لایا تمہارے پاس کھلی

بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ
نشانیاں تمہارے رب کی اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس پر پڑے گا اس کا جھوٹ اور اگر
يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
وہ سچا ہوگا تو تم پر پڑے گا کوئی نہ کوئی وعدہ جو تم سے کرتا ہے بے شک اللہ راہ
لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ
نہیں دیتا اس کو جو ہو بے لحاظ جھوٹا اے میری قوم آج تمہارا
الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ
راج ہے چڑھ رہے ہو ملک میں پھر کون مدد کرے گا ہماری اللہ کی
اللّٰهِ اِنْ جَاۗءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى
آفت سے اگر آگئی ہم پر بولا فرعون میں تو وہی بات سمجھاتا ہوں تم کو
وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ
جو سوجھی مجھ کو اور وہی راہ بتلاتا ہوں جس میں بھلائی ہے اور کہا اس ایماندار نے
يٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿٣٠﴾
اے قوم میری میں ڈرتا ہوں کہ آئے تم پر دن اگلے فرقوں کا سا
مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ
جیسے حال ہوا قوم نوح کا اور عاد اور ثمود کا اور جو لوگ ان کے پیچھے ہوئے
وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿٣١﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ
اور اللہ بے انصافی نہیں چاہتا بندوں پر اور اے قوم میری میں ڈرتا ہوں کہ تم پر آئے
يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
دن ہانک پکار کا جس دن بھاگو گے پیٹھ پھیر کر کوئی نہیں تم کو اللہ سے
مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾
بچانے والا اور جس کو غلطی میں ڈالے اللہ تو کوئی نہیں اس کو سمجھانے والا
وَلَقَدْ جَاۗءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ
اور تمہارے پاس آچکا ہے یوسف اس سے پہلے کھلی باتیں لے کر پھر تم رہے دھوکے ہی
شَكٍّ مِّمَّا جَاۗءَكُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ
میں ان چیزوں سے جو وہ تمہارے پاس لے کر آیا یہاں تک کہ جب مر گیا لگے کہنے ہرگز نہ بھیجے گا

اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
اللہ اس کے بعد کوئی رسول اسی طرح بھٹکاتا ہے اللہ اس کو جو ہو بے لگ
مُّرْتَابُۨ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ
شک کرنے والا وہ جو کہ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر کسی سند کے
اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ
جو پہنچی ہو ان کو بڑی بیزاری ہے اللہ کے یہاں اور ایمانداروں کے یہاں اسی طرح
يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ
مہر کر دیتا ہے اللہ ہر دل پر غرور والے سرکش کے اور بولا فرعون
يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿٣٦﴾ اَسْبَابَ
اے ہامان بنا میرے واسطے ایک اونچا محل شاید میں جا پہنچوں رستوں میں رستوں میں
السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَ
آسمانوں کے پھر جھانک کر دیکھوں موسیٰ کے معبود کو اور میری اٹکل میں تو وہ جھوٹا ہے اور
كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ
اسی طرح بھلے دکھلا دیئے فرعون کو اس کے برے کام اور روک دیا گیا سیدھی راہ سے
وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿٣٧﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ
اور جو داؤ تھا فرعون کا سو تباہ ہونے کے واسطے اور کہا اس ایماندار نے اے قوم
اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ
راہ چلو میری پہنچا دوں تم کو نیکی کی راہ پر اے میری قوم یہ جو زندگی ہے
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿٣٩﴾
دنیا کی سو کچھ برت لینا ہے اور وہ گھر جو پچھلا ہے وہی ہے جم کر رہنے کا گھر
مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ
جس نے کی ہے برائی تو وہی بدلہ پائے گا اس کی برابر اور جس نے کی ہے
صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ
بھلائی مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہو سو وہ لوگ جائیں گے
الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ
بہشت میں روزی پائیں گے وہاں بے شمار اور اے قوم مجھ کو

أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ﴿٤١﴾ تَدْعُونَنِي

کیا ہوا ہے بلاتا ہوں تم کو نجات کی طرف اور تم بلاتے ہو مجھ کو آگ کی طرف تم بلاتے ہو مجھ کو

لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَأُشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ

کہ منکر ہوجاؤں اللہ سے اور شریک ٹھہراؤں اس کا اُس کو جس کی مجھ کو خبر نہیں اور میں بلاتا ہوں تم کو

إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ

اس زبردست گناہ بخشنے والے کی طرف آپ ہی ظاہر ہے کہ جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو اس کا بلاوا

دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ

کہیں نہیں دنیا میں اور نہ آخرت میں اور یہ کہ ہم کو پھر جانا ہے اللہ کے پاس

وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُونَ

اور یہ کہ زیادتی والے وہی ہیں دوزخ کے لوگ سو آگے یاد کرو گے

مَا أَقُولُ لَكُمْ ۚ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ

جو میں کہتا ہوں تم کو اور میں سونپتا ہوں اپنا کام اللہ کو بے شک اللہ کی

بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ

نگاہ میں ہیں سب بندے پھر بچا لیا موسیٰ کو اللہ نے برے داؤں سے جو وہ کرتے تھے اور الٹ پڑا

بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا

فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب وہ آگ ہے کہ دکھلا دیتے ہیں اُن کو

غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ

صبح اور شام اور جس دن قائم ہوگی قیامت حکم ہوگا داخل کرو

فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾

فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں

خلاصۂ تفسیر

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے احکام اور کھلی دلیل (یعنی معجزہ) دیکر فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو ان لوگوں (میں سے بعض نے یا کل) نے کہا کہ (نعوذ باللہ) یہ جادوگر (اور) جھوٹا ہے (جادوگر معجزہ میں کہا اور کذاب دعویٰ نبوت و احکام میں کہا۔ یہ قول فرعون، ہامان اور قارون

تینوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر قارون چونکہ بنی اسرائیل میں سے تھا اور بظاہر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا اس کا ان کو ساحر کہنا بظاہر مستبعد ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ اس وقت بھی منافق ہو موسیٰ علیہ السلام پر بظاہر میں ایمان کا دعویٰ کرتا ہو حقیقۃً نہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قول صرف فرعون و ہامان کا ہو تغلیباً تینوں کی طرف نسبت کر دی گئی ہو) پھر اس کے بعد جب وہ (عام) لوگوں کے پاس دین حق جو ہماری طرف سے تھا لیکر آئے (جس پر بعض لوگ مسلمان بھی ہو گئے) تو ان (مذکورہ) لوگوں نے (بطور مشورہ کے) کہا کہ جو لوگ ان کے ساتھ (ہو کر) ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو (تاکہ ان کی جمعیت اور قوت نہ بڑھ جائے جس سے اندیشہ زوال سلطنت کا ہے) اور (چونکہ عورتوں سے ایسا اندیشہ نہیں دنیز ہمارے گھروں میں خدمتگاری کے لئے ان کی ضرورت ہے اس لئے) ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو (غرض انھوں نے موسیٰ ؑ کے غلبہ کا خطرہ محسوس کر کے انسداد کی یہ تدبیر کی) اور ان کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی (چنانچہ آخر میں موسیٰ علیہ السلام غالب آئے۔ بنی اسرائیل کے نوزائیدہ لڑکوں کے قتل کا حکم ایک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے دیا گیا تھا جس کے نتیجہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے کی نوبت آئی اور قدرت نے اس بچے کو خود فرعون کے گھر میں پلوایا۔ یہ دوسرا فیصلہ ان کے لڑکوں کو قتل کرنے کا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور نبوت کے بعد اس وقت کا ہے جبکہ ان کے معجزات دیکھ کر آل فرعون نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ ان کا جتھا بڑھ گیا تو ہماری سلطنت کی خیر نہیں ____ پھر یہ کسی روایت میں نظر سے نہیں گزرا کہ اس وقت یہ قتل غلمان کا قانون نافذ ہوا یا نہیں۔ پھر اس کے بعد خود موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارہ میں گفتگو ہوئی) اور فرعون نے (اہل دربار سے) کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور اس کو چاہیئے کہ اپنے رب کو (مدد کے لئے) پکارے۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ (کہیں) تمہارا دین (نہ) بدل ڈالے یا ملک میں کوئی فساد (نہ) پھیلا دے (کہ ایک ضرر دین کا ہے اور دوسرا ضرر دنیا کا۔ اور فرعون کا یہ کہنا کہ مجھ کو چھوڑ دو یا تو اس وجہ سے ہے کہ اہل دربار نے شاید اس لئے قتل کی رائے نہ دی ہوگی کہ اس کو مصلحت ملکی کے خلاف سمجھا ہوگا کہ عام چرچا ہوگا کہ ایک بے سرو سامان شخص سے ڈر گئے اور یا یہ کہنا بطور تمویہ کے ہے کہ عام سننے والے یہ سمجھیں کہ اب تک ان کے قتل میں تاخیر مشیروں کے روکنے کے سبب سے ہوئی، گو واقع میں قتل پر خود اس کو جرأت نہ تھی ــ کیونکہ دل میں تو معجزات سے یقین ہو ہی گیا تھا۔ اس لئے اس کو خطرہ تھا کہ ان کو قتل کیا تو کسی آسمانی عذاب و بلا میں مبتلا ہو جاؤں گا مگر اپنے خوف کو درباریوں کے سر ڈالنے کے لئے ایسا کہا۔ اور اسی طرح وَلْيَدْعُ رَبَّهُ کہنا بھی لوگوں پر اپنی بہادری جتلانے کے لئے ہوگا، اگرچہ دل اندر سے تھرا رہا ہو) اور موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ بات سنی خواہ بالمشافہ سنی ہو یا بالواسطہ تو انھوں نے کہا میں اپنے اور تمہارے (یعنی سب کے) پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر خود دماغ شخص

(کے منکر، سے جو روزِ حساب پر یقین نہیں رکھتا (اور اس لئے حق کا مقابلہ کرتا ہے) اور (اُس مجلس مشورہ میں) ایک مومن شخص نے جو کہ فرعون کے خاندان میں سے تھے (اور اب تک) اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے (یہ مشورہ سُن کر لوگوں سے) کہا کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے (اس دعوے پر) دلیلیں (بھی) لیکر آیا ہے (یعنی معجزات بھی دکھلاتا ہے جو دلیل ہے صدق دعویٰ نبوت کی اور دلیل موجود ہوتے ہوئے صاحب دلیل کی مخالفت کرنا اور مخالفت بھی اس درجہ کی کہ قتل کا قصد کیا جاوے نہایت نازیبا ہے) اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہی ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا (اور آپ ہی اللہ کی طرف سے رسوا ہو جائے گا۔ قتل کرنے کی کیا ضرورت) اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشین گوئی کر رہا ہے (کہ ایمان نہ لانے کی صورت میں ایسا ایسا عذاب ہوگا) اس میں سے کچھ تو تم پر (ضرور ہی) پڑے گا (تو اس صورت میں قتل کرنے سے اور زیادہ بلا اپنے سر پر لینا ہے۔ غرض اس کے کذب کی صورت میں قتل فضول اور صدق کی صورت میں مُضر ہے پھر ایسا فعل کیوں کیا جاوے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ) بے شک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو (اپنی) حد سے گذر جانے والا (اور) بہت جھوٹ بولنے والا ہو (یعنی برائے چندے اس کی بات چل جاوے تو ممکن ہے مگر انجام کار اس کی ناکامی یقینی ہے۔ پس اس قاعدہ کلیہ کے اعتبار سے اگر موسیٰ علیہ السلام بالفرض کاذب ہوں تو بوجہ اس کے کہ جھوٹا دعویٰ نبوت کا بہت بڑا گناہ ہے اور سخت جرأت ہے، ایسے کاذب مفتری کو بھی اگر مقہور و ہلاک نہ کیا جاوے تو مخلوق کو خود شبہ اور التباس میں مبتلا کرنا لازم آتا ہے۔ اور یہ عقلاً حق تعالیٰ سے نہیں ہو سکتا اس لئے ضروری ہے کہ یہ مغلوب و رسوا ہوں گے، پھر حاجتِ قتل کیا ہے؟ اور اگر صادق ہیں تو تم لوگ بالیقین کاذب ہو اور کذب میں مُسرف بھی ہو کہ فرعون کی خدائی کے دعویدار ہو اور مسرف کذاب کو کامیابی ہوتی نہیں۔ پس تم لوگ قتل میں کامیاب نہ ہوگے یا تو قدرت نہ ہوگی یا اس کا اخیر نتیجہ بُرا ہوگا۔ بہرحال دونوں شقوں کا مقتضیٰ یہی ہوا کہ ان کو قتل نہ کیا جاوے اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ کبھی کسی مفسد کو قتل نہ کیا جاوے۔ جواب یہ ہے کہ یہ تقریر اُس صورت میں ہے جہاں کاذب ہونے یا صادق ہونے میں شبہ ہے اور معجزات سے اوّل درجہ احتمال صدق ضرور تھا اور جہاں دلائل قطعیہ سے کذب متیقن ہو وہاں ایسا نہیں ہوگا۔ اور گو اس مومن کو موسیٰ علیہ السلام کے صدق کا پورا یقین تھا مگر اس طرز سے گفتگو کرنا لوگوں کی طبیعت کی رعایت سے تھا کہ وہ کچھ غور کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ آگے بھی اسی قتل سے روکنے کے متعلق مضمون ہے کہ)

اے میرے بھائیو آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو سو خدا کے عذاب میں ہماری کون مدد کرے گا اگر (ان کے قتل کرنے سے) وہ ہم پر آ پڑا (جیسا کہ ان کے سچے ہونے کی صورت میں

اس کا احتمال ہے) فرعون نے (یہ تقریر سُن کر جواب میں) کہا کہ میں تو تم کو وہی رائے دوں گا جو خود سمجھ رہا ہوں (کہ ان کا قتل ہی مناسب ہے) اور میں تم کو عین طریق مصلحت بتلا رہا ہوں اور اس مومن نے (جب دیکھا کہ نصیحت میں نرمی اور رعایت خیال مخاطب سے کام نہیں چلتا تو اب تہدید و تخویف سے کام لیا اور) کہا صاحبو مجھے تمہاری نسبت دوسری امتوں کے سے روز بد کا اندیشہ ہے، جیسا کہ قوم نوح اور عاد اور ثمود اور بعد والوں (یعنی قوم لوط وغیرہ) کا حال ہوا تھا اور خدا تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا (لیکن جب تم حرکتیں ہی ایسی کرو گے تو ضرور ہی اپنی سزا کو پہنچو گے) اور (یہ ڈرانا تھا عذاب دنیا سے آگے تہدید ہے عذاب آخرت سے کہ) صاحبو مجھ کو تمہاری نسبت اُس دن کا اندیشہ ہے جس میں کثرت سے ندائیں ہوں گی (یعنی وہ دن مشتمل ہے، واقعاتِ عظیمہ پر کیونکہ نداؤں کی کثرت یعنی ایک دوسرے کو آواز دینا واقعات کے عظیم ہونے میں ہوتا ہے۔ چنانچہ سب سے اوّل آواز صور پھونکنے کی ہوگی جس سے مردے زندہ ہوں گے۔ قال تعالیٰ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ۔ ایک ندا حساب کے لئے ہوگی۔ قال تعالیٰ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ۔ ایک تنادی یعنی ایک دوسرے کو ندا کرنا باہم اہل جنت و اہل نار میں ہوگا۔ قال تعالیٰ فِی الْاَعْرَافِ وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ الخ۔ وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ الخ۔ وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ الخ۔ ایک ندا اخیر میں موت کو بشکل دُنبہ ذبح کرنے کے وقت ہوگی جیسا حدیث میں ہے۔ یا اہل الجنة خلود لاموت ویا اہل النار خلود لاموت۔ اور آگے اس دن کی ایک حالت بیان کی گئی ہے کہ) جس دن (موقف حساب سے) پشت پھیر کر (دوزخ کی طرف) لوٹو گے (کذا فسرہ البغوی اور اس وقت) تم کو خدا کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا (اور اس مضمون کا مقتضا ہدایت قبول کرنے کا ہے لیکن) جس کو خدا ہی گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور (آگے توبیخ و تنبیہ ہے اس پر کہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ایک پیغمبر کی بھی تکذیب کر چکے ہیں یعنی) اس سے قبل تم لوگوں کے پاس یوسف (علیہ السلام) دلائل (توحید و نبوت کے) لیکر آ چکے ہیں (یعنی اسی قوم قبط میں جن میں سے تم بھی ہو اور آبا و سابقین سے تم تک بھی ان کی خبر متواتر پہنچی ہے) سو تم اُن امور میں بھی برابر شک (و انکار) ہی میں رہے جو وہ تمہارے پاس لیکر آئے تھے، حتیٰ کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم کہنے لگے کہ بس اب اللہ کسی رسول کو نہ بھیجے گا (یہ قول بطور شرارت کے تھا، مطلب یہ کہ اول تو یوسف بھی رسول نہ تھے اور اگر بالفرض تھے بھی تو جب ایک کو نہ مانا تو اللہ میاں کہیں گے کہ دوسرے کو بھیجنے سے کیا فائدہ، تو ہمیشہ کے لئے یہ جھگڑا پاک ہو گیا مقصود اصلی اس سے نفی مسئلہ رسالت کی ہے جیسا کہ اگلے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اس مسئلہ میں تم غلط کار ہو) اسی طرح اللہ تعالیٰ آپے سے باہر ہو جانے والے (اور) شبہات میں گرفتار رہنے

والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتا ہے، جو بلا کسی سند کے جو ان کے پاس موجود ہو خدا کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں۔ اس (کج بحثی) سے خدا تعالیٰ کو بڑی نفرت ہے اور مؤمنین کو بھی اور (جس طرح تمہارے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتا ہے۔ (کہ اس میں اصلاً گنجائش حق فہمی کی نہیں رہتی۔ یہ تقریر تھی ان مؤمن بزرگ کی جو فرعون کے خاندان میں سے ہیں اور ابتک ایمان کا اظہار نہیں کیا تھا اور اس تقریر سے اُن بزرگ کا مؤمن ہونا معلوم ہوگیا، خواہ اول تقریر سے خواہ بعد کی تقریر سے یعنی یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ اور ظاہر شق اول ہے لقولہ تعالیٰ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ الخ) اور فرعون نے (جو تقریر لاجواب سُنی تو اس مؤمن کو کچھ جواب دے نہ سکا۔ اپنی جہالت قدیمہ پر بزعم خود حجت قائم کرنے کے لئے ہامان سے) کہا کہ اے ہامان میرے لئے ایک بلند عمارت بنواؤ (میں اس پر چڑھ کر دیکھوں گا) شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں پھر (وہاں جا کر) موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور میں تو موسیٰ کو (اس کے دعوٰی میں) جھوٹا سمجھتا ہوں (آگے فرعون کی مزید بدکرداری کا ذکر ہے) اور اسی طرح فرعون کی (اور) بدکرداریاں (بھی) اس کو مستحسن معلوم ہوتی تھیں اور (سیدھے) رستہ سے رُک گیا اور (موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں بڑی بڑی تدبیریں کیں مگر) فرعون کی ہر تدبیر غارت ہی گئی (کسی میں کامیاب نہ ہوا) اور اس مؤمن نے (جب دیکھا کہ فرعون سے کوئی معقول جواب نہیں بن پڑا تو پھر مکرر) کہا کہ اے بھائیو تم میری راہ پر چلو میں تم کو ٹھیک راستہ بتلاتا ہوں (یعنی فرعون نے جو کہا تھا کہ میں تمہیں سبیل الرشاد کی طرف ہدایت کرتا ہوں اس کا بتایا ہوا راستہ ہرگز سبیل الرشاد یعنی ہدایت کا راستہ نہیں، بلکہ سبیل الرشاد میرا بتلایا ہوا راستہ ہے) اے بھائیو یہ دنیوی زندگی محض چند روزہ ہے اور (اصل) ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے (جہاں بدلہ دینے کا یہ قانون ہے کہ) جو شخص گناہ کرتا ہے تو اس کو برابر سرابر ہی بدلہ ملتا ہے اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مؤمن ہو ایسے لوگ جنت میں جاویں گے (اور) وہاں ان کو بے حساب رزق ملے گا اور (اس تقریر کے وقت اس مؤمن آل فرعون کو یہ محسوس ہوا کہ یہ لوگ میری باتوں پر تعجب کر رہے ہیں اور بجائے میری بات ماننے کے مجھ کو ہی اپنے طریق کفر کی طرف بلانا چاہتے ہیں، اس لئے یہ بھی کہا کہ) اے میرے بھائیو یہ کیا بات ہے کہ میں تو تم کو (طریق) نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو (طریق) دوزخ کی طرف بلاتے ہو (یعنی) تم مجھ کو اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ (معاذ اللہ) میں خدا کے ساتھ کفر کروں اور ایسی چیز کو اس کا ساجھی بناؤں جس کے (ساجھی ہونے کی) میرے پاس کوئی دلیل بھی نہیں اور میں تم کو خدائے زبردست خطا بخش کی طرف بلاتا ہوں یقینی بات ہے کہ تم جس چیز (کی عبادت) کی طرف مجھ کو بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں (کسی دنیوی

حاجت کے لئے) پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ (دفع عذاب کے لئے) آخرت ہی میں اور (یقینی بات ہے کہ) ہم سب کو خدا کے پاس جانا ہے اور (یقینی بات ہے کہ) جو لوگ دائرہ (عبودیت) سے نکل رہے ہیں (جیسے غیر اللہ کی پرستش کرنے والے) وہ سب دوزخی ہوں گے سو (اب تو میرا کہنا تمہارے جی کو نہیں لگتا مگر) آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے اور (چونکہ اس مؤمن کو یہ احتمال پہلے سے ہے کہ یہ لوگ اس نصیحت پر میرے خلاف ہو جائیں اور تکلیف پہنچائیں اور ممکن ہے کہ اس وقت کچھ آثار و علامت دھمکی کے بھی ان کی طرف سے سامنے آئے ہوں اس لئے یہ بھی کہا کہ) میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، خدا تعالیٰ سب بندوں کا (خود) نگراں ہے (میں تم سے بالکل نہیں ڈرتا) پھر خدا تعالیٰ نے اس (مؤمن) کو اُن کی مضر تدبیروں سے محفوظ رکھا (چنانچہ وہ ان کی ایذاؤں سے محفوظ رہا اور حضرت قتادہؒ کے قول کے مطابق اس کو بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غرق سے نجات ہوئی (کذا فی الدر المنثور) اور فرعون والوں پر (مع فرعون کے) تکلیف دینے والا عذاب نازل ہوا (جس کا بیان یہ ہے کہ وہ لوگ (برزخ میں) صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں (اور ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم قیامت کے روز اس میں داخل ہوگے) اور جس روز قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا) کہ فرعون والوں کو (مع فرعون کے) نہایت سخت عذاب میں داخل کرو۔

مَعارِف ومَسائِل

مومن آل فرعون

اوپر جا بجا منکرین توحید و رسالت کی وعید و تہدید کے ضمن میں کفار کا خلاف و عناد مذکور ہوا ہے جس سے طبعی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن و ملال ہوتا تھا۔ آپ کی تسلی کے لئے مذکور الصدر تقریباً دو رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس قصہ میں ایک طویل مکالمہ فرعون اور قوم فرعون کے ساتھ اس بزرگ شخص کا ہے جو خود آل فرعون میں ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر ایمان لے آیا تھا۔ مگر بمصلحت اپنے ایمان کو اُس وقت تک چھپا رکھا تھا۔ اس مکالمہ کے وقت اس کے ایمان کا بھی حتمی اعلان ہوگیا۔

ائمہ تفسیر میں سے مقاتلؒ اور سُدیؒ اور حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ یہ فرعون کا چچا زاد بھائی تھا، اور یہ وہی شخص تھا جس نے اس وقت جبکہ قبطی کے قتل کے واقعہ میں اس کے قصاص کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا مشورہ دربار فرعون میں ہو رہا تھا تو یہی شہر کے کنارے سے دوڑ کر آیا اور موسیٰ علیہ السلام کو خبر دیکر مشورہ دیا کہ مصر سے باہر چلے جائیں، جس کا واقعہ سورۂ قصص میں حق تعالیٰ نے بیان

فرمایا ہے وَجَاۗءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۔

اس مومن آلِ فرعون کا نام بعض نے حبیب بتلایا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ حبیب اس شخص کا نام ہے جس کا قصہ سورۂ یٰسٓ میں آیا ہے اس کا نام شمعان ہے سہیلی نے اس نام کو اصح قرار دیا ہے اور دوسرے حضرات نے اس کا نام حزقیل بتلایا ہے۔ ثعلبی نے حضرت ابن عباس رضؓ سے یہی قول نقل کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدیقین چند ہیں ایک حبیب نجار جس کا قصہ سورۂ یٰسٓ میں ہے۔ دوسرا مومن آلِ فرعون تیسرے ابوبکر اور وہ ان سب میں افضل ہیں۔ (قرطبی)

يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اگر لوگوں کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار نہ کرے دل سے اعتقاد پختہ رکھے تو وہ مومن ہے مگر نصوص صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ ایمان کے مقبول ہونے کے لئے صرف دل کا یقین کافی نہیں بلکہ زبان سے اقرار کرنا شرط ہے جب تک زبان سے اقرار نہ کریگا مومن نہ ہوگا۔ البتہ زبان کا اقرار لوگوں کے سامنے اعلان کے ساتھ کرنا ضروری نہیں۔ اس کی ضرورت صرف اسوجہ سے ہے کہ جب تک لوگوں کو اس کے ایمان کا علم نہیں ہوگا وہ اس کے ساتھ معاملہ مسلمانوں جیسا نہ کر سکیں گے۔ (قرطبی)

مُؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ نے اس مکالمہ میں آلِ فرعون اور فرعون کو مختلف عنوانات سے حق اور ایمان کی طرف بلایا اور وہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے درپے تھے ان کو اس سے باز رکھا۔

يٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۔ تَنَادِ بکسر دال مخفف ہے تَنَادِیْ کا جس کے معنی ہیں باہم ایک دوسرے کو ندا اور آواز دینے کے۔ قیامت کے روز کو يَوْمَ التَّنَادِ اس لئے کہا گیا کہ اس روز بیشمار ندائیں اور آوازیں ہونگی۔ جن کا کچھ ذکر خلاصۂ تفسیر میں آچکا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ کا ایک منادی ندا دے گا کہ اللہ کے مخالف لوگ کھڑے ہوجائیں۔ اس سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو تقدیر کا انکار کرتے تھے۔ اور پھر اصحاب جنت دوزخ والوں کو اور دوزخ والے اصحاب جنت کو اور اصحاب اعراف دونوں کو ندا دیکر اپنی اپنی باتیں کریں گے۔ اور اس وقت ہر خوش نصیب اور بد نصیب کا نام مع ولدیت لیکر ان کے نتیجہ کا اعلان کیا جائے گا کہ فلاں ابن فلاں سعید و کامیاب ہوگیا اس کے بعد شقاوت کا کوئی احتمال نہیں رہا اور فلاں بن فلاں شقی و بدبخت ہوگیا، اب اس کی نیک بختی کا کوئی احتمال نہیں رہا (رواہ ابن ابی حاتم فی السنۃ۔ مظہری) مسند بزار و بیہقی میں حضرت انس رضؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سعادت و شقاوت کا اعلان وزن اعمال کے بعد ہوگا۔

اور حضرت ابو حازم اعرج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا

کرتے تھے کہ اے اعرج قیامت کے روز ندا دیجائے گی کہ فلاں قسم کے گناہ کرنے والے کھڑے ہوجاویں تو ان کے ساتھ کھڑا ہوگا کہ پھر ندا دی جاویگی کہ فلاں قسم کے گناہ کرنے والے کھڑے ہوں تو ان کے ساتھ بھی کھڑا ہوگا، پھر ندا دی جاوے گی کہ فلاں قسم کے گناہ کرنے والے کھڑے ہوں تو ان کے ساتھ بھی کھڑا ہوگا۔ اور میں سمجھتا ہوں ہر گناہ کے اعلان کے وقت تجھے ان کے ساتھ کھڑا ہونا پڑے گا کیونکہ تو نے ہر قسم کے گناہ جمع کر رکھے ہیں)۔ (اخرجہ ابونعیم۔ مظہری)

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۔ یعنی جب تم پشت پھیر کر لوٹو گے۔ خلاصہ تفسیر میں بحوالہ امام بغوی اس کے معنی یہ بیان ہوئے ہیں کہ یہ اُس حالت کا بیان ہے جب مجرمین موقف حساب سے جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے یہ ندائیں اور اعلانات جن کا ذکر يَوْمَ التَّنَادِ کی تفسیر میں اوپر ہوا ہے، وہ سب ہوچکیں گے۔ اس کے بعد یہ لوگ موقف حساب سے مڑ کر جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔

اور بعض حضرات مفسرین کے نزدیک یہ حال دنیا میں نفخۂ اولیٰ کے وقت کا بیان کیا گیا ہے، کہ جب پہلا صور پھونکا جائے گا اور زمین پھٹنے لگی تو یہ لوگ ادھر ادھر بھاگیں گے مگر ہر طرف فرشتوں کا پہرہ ہوگا، کہیں نکلنے کا راستہ نہ ہوگا۔ ان حضرات کے نزدیک يَوْمَ التَّنَادِ سے مراد بھی نفخۂ اولیٰ کا وقت ہے کہ اس میں ہر طرف سے چیخ پکار ہوگی۔ آیت کی دوسری قراءت سے اس کی تائید ہوتی ہے جو حضرت ابن عباس رضؓ اور ضحاک رحؒ سے منقول ہے کہ يَوْمَ التَّنَادِّ کو بدال مشدد پڑھتے تھے، جو نَدّ مصدر سے مشتق ہے جس کے معنے بھاگنے کے ہیں تو يَوْمَ التَّنَادِ کے معنی بھی اس تفسیر کی رو سے بھاگنے کا دن ہوگا اور تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ اسی کی تشریح ہوگی۔

تفسیر مظہری میں ایک طویل حدیث بحوالہ ابن جریر اور مسند ابویعلی اور بیہقی اور مسند عبد بن حمید وغیرہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے نقل کی ہے جس میں قیامت کے روز صور کے تین نفخوں کا ذکر ہے، پہلا نفخہ فَزَع دوسرا نفخہ صَعق تیسرا نفخہ نشر۔ نفخہ فَزَع سے ساری مخلوق میں گھبراہٹ اور اضطراب پیدا ہوگا۔ یہی نفخہ دراز طویل ہو کر نفخہ صَعق بن جائے گا، جس سے سب بے ہوش ہوجائیں گے پھر مر جائیں گے۔ عام طور پر ان دونوں نفخوں کے مجموعہ کو نفخۂ اولیٰ کہا گیا ہے، جس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ ایک ہی نفخہ کی دو کیفیتیں ہوں گی، پہلی فَزَع دوسری صَعق۔ اس حدیث میں بھی نفخہ فزع کے وقت لوگوں کے ادھر اُدھر بھاگنے کا ذکر کر کے یہ فرمایا ہے وَهُوَ الَّذِیْ یَقُوْلُ اللّٰهُ يَوْمَ التَّنَادِ۔ جس سے معلوم ہوا کہ آیت میں يَوْمَ التَّنَادِ سے مراد پہلے نفخہ کے وقت لوگوں کا مضطربانہ ادھر اُدھر دوڑنا ہے۔

(واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم)

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۔ یعنی جس طرح فرعون وہامان کے قلوب

موسیٰ علیہ السلام اور مومن آلِ فرعون کی نصیحتوں سے کوئی اثر نہیں لیا اسی طرح اللہ تعالیٰ مُہر کر دیتے ہیں ہر ایسے شخص کے قلب پر جو متکبر اور جبار ہو (متکبر تکبر کرنیوالا اور جبار کے معنی ظالم قاتل) جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس میں نورِ ایمان داخل نہیں ہوتا اور اس کو اچھے بُرے کی تمیز نہیں رہتی۔ ایک قراءت میں متکبر اور جبار کو قلب کی صفت قرار دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تمام اخلاق و اعمال کا منبع اور سرچشمہ قلب ہی ہے، ہر اچھا بُرا عمل قلب ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا ہے کہ انسان کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا (یعنی دل) ایسا ہے جس کے درست ہونے سے سارا بدن دُرست ہو جاتا ہے اور اس کے خراب ہونے سے سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ (قرطبی)۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا۔ صرح کے معنی بلند تعمیر کے ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو حکم دیا کہ ایسی بلند تعمیر بناؤ جو آسمان کے قریب تک چلی جائے جس پر جا کر میں خدا کو جھانک کر دیکھ لوں۔ یہ احمقانہ خیال جو کوئی ادنیٰ سمجھ کا آدمی بھی نہیں کر سکتا سلطنت مصر کے مالک فرعون کا یا تو واقعی ہے جو اس کی انتہائی بے وقوفی اور حماقت کی دلیل ہے اور وزیر نے اگر اس کی تعمیل کی تو وزیرے چنیں شہر یارے چنیں کا مصداق ہے۔ مگر کسی بھی والیِ ملک سے ایسے احمقانہ تصور کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے بعض حضرات مفسرین نے کہا کہ یہ تو وہ بھی جانتا تھا کہ کتنی ہی بلند تعمیر بنالے وہ آسمان تک نہیں پہونچ سکتا۔ مگر اپنے لوگوں کو بیوقوف بنانے اور دکھانے کے لئے یہ حرکت کی تھی۔ پھر کسی صحیح اور قوی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ ایسا کوئی محل عالیشان بلند تعمیر ہوا یا نہیں۔ قرطبیؒ نے نقل کیا ہے کہ یہ بلند تعمیر کرائی گئی تھی جو بلندی پر پہنچ کر ہی منہدم ہو گئی۔

دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب صاحب رح کے شاگردِ خاص میرے والد ماجد مولانا محمد یٰسین صاحب نے اپنے استاد موصوف سے نقل کر کے فرمایا کہ اس تعمیرِ بلند کے منہدم ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی آسمانی عذاب آیا ہو بلکہ ہر تعمیر کی بلندی اُس کی بنیادوں کے تحمل پر موقوف ہوتی ہے اس نے کتنی بھی گہری بنیاد رکھی ہو مگر ایک حد تک ہی گہری ہوگی جب اس کے اوپر تعمیر چڑھتا ہی چلا گیا تو لازم تھا کہ جب اس کی بنیادوں کے تحمل سے زیادہ ہو جائے تو منہدم ہو جائے اس سے فرعون و ہامان کی دوسری بے وقوفی ثابت ہوئی۔ واللہ اعلم

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔ یہ مومن آلِ فرعون کا آخری کلام ہے جو اپنی قوم کو حق کی طرف بلانے کے سلسلے میں کیا گیا جس میں اظہار ہے کہ آج تو تم میری بات نہیں مانتے مگر جب عذاب تمہیں آپکڑے گا تو اس وقت تم کو میری بات یاد آئے گی۔ مگر اس وقت کا یاد آنا بے کار ہوگا۔ اور اب جبکہ اس طویل مکالمہ اور نصیحت و

دعوت کے ذریعہ اس مومن آلِ فرعون کا ایمان ان لوگوں پر ظاہر ہو گیا تو فکر ہوئی کہ اب یہ لوگ اُن کے درپے ہوں گے اس لئے فرمایا کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ اپنے بندوں کا نگران و محافظ ہے۔ امام تفسیر مقاتلؒ نے فرمایا کہ ان کے گمان کے مطابق قوم فرعون ان کے درپے ہوئی تو یہ پہاڑ کی طرف بھاگ نکلے۔ اور ان کی گرفت میں نہ آسکے جس کا ذکر اگلی آیت میں اس طرح آیا ہے۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ۔ یعنی اس کو اللہ تعالیٰ نے قومِ فرعون کی بُری تدبیروں کے شر سے بچا لیا مگر خود قوم فرعون سخت عذاب میں پکڑی گئی۔ مولائے کریم نے مومن آلِ فرعون کو دنیا میں اوّل تو آلِ فرعون کی ان کے خلاف تدبیروں سے بچایا جس کی تفصیل قرآن میں مذکور نہیں۔ مگر الفاظِ قرآن سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو قتل کرنے اور تکلیف پہونچانے کے لئے قوم فرعون نے بہت سی تدبیریں کی تھیں اور جب پھر قوم فرعون غرق ہوئی تو اس بندۂ مومن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات دی گئی، اور آخرت کی نجات تو ظاہر ہی ہے۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ آلِ فرعون کی رُوحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں ہر روز صبح اور شام دو مرتبہ جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں اور جہنم کو دکھلا کر ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا ٹھکانا یہ ہے۔

(اخرجہ عبدالرزاق و ابن ابی حاتم۔ مظہری)

اور صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مر جاتا ہے تو عالمِ برزخ میں صبح و شام اس کو وہ مقام دکھلایا جاتا ہے جہاں قیامت کے حساب کے بعد اس کو پہنچنا ہے اور یہ مقام دکھلا کر روزانہ اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے آخرکار یہاں پہنچنا ہے۔ اگر یہ شخص اہلِ جنت میں سے ہے تو اس کا مقام جنت اس کو دکھلایا جائے گا اور اہلِ جہنم میں سے ہے تو اس کا مقام جہنم اس کو دکھلایا جائے گا۔

عذابِ قبر یہ آیت دلیل ہے عذابِ قبر کی اور حدیث کی روایات متواترہ اور اجماعِ اُمت اس پر شاہد ہیں، جن کو احقر نے ایک مستقل رسالہ بنام السعی لعذاب القبر میں جمع کر دیا ہے مع آیات متعلقہ کے یہ رسالہ احکام القرآن حزب سادس کا جزء ہو کر بزبانِ عربی شائع ہو گیا۔

وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاءُ

اور جب آپس میں جھگڑیں گے آگ کے اندر پھر کہیں گے کمزور

لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

غرور کرنے والوں کو ہم تھے تمھارے تابع پھر کچھ تم

أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾

ہم پر سے اٹھالو گے حصہ آگ کا

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا

کہیں گے جو غرور کرتے تھے ہم سب ہی پڑے ہوئے ہیں اس میں

إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾

بیشک اللہ فیصلہ کرچکا بندوں میں

وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ

اور کہیں گے جو لوگ پڑے ہیں آگ میں دوزخ کے داروغوں کو

ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا

مانگو اپنے رب سے کہ ہم پر ہلکا کردے ایک دن

مِنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ

تھوڑا عذاب وہ بولے کیا نہ آتے تھے تمھارے پاس

رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۚ قَالُوا فَادْعُوا ۗ

تمھارے رسول کھلی نشانیاں لے کر کہیں گے کیوں نہیں بولے پھر پکارو

وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿۵۰﴾

اور کچھ نہیں کافروں کا پکارنا مگر بھٹکنا

خُلاصۂ تفسیر

اور (وہ وقت بھی پیش نظر رکھنے کے قابل ہے) جبکہ کفار دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو ادنیٰ درجہ کے لوگ (یعنی تابعین) بڑے درجہ کے لوگوں سے (یعنی متبوعین سے جن کا وہ دنیا میں اتباع کیا کرتے تھے) کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمھارے تابع تھے کیا تم ہم سے آگ کا کوئی جز ہٹا سکتے ہو (یعنی جب دنیا میں تم نے ہمیں اپنا تابع اور پیرو بنا رکھا تھا تو آج تمہیں ہماری مدد کرنا چاہئے) وہ بڑے لوگ کہیں گے کہ ہم سب ہی دوزخ میں ہیں (یعنی ہم اپنا ہی عذاب کم نہیں کر سکتے تو تمھارا کیا کریں گے) اللہ تعالیٰ (اپنے) بندوں کے درمیان (قطعی) فیصلہ کرچکا (اب اس کے خلاف کرنے کی کس کو مجال ہے) اور (اس کے بعد) جتنے لوگ دوزخ میں ہوں گے (یعنی بڑے اور چھوٹے تابع اور متبوع سب مل کر) جہنم کے موکل فرشتوں سے (درخواست کے طور پر) کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کردے (یعنی عذاب کے بالکل ہٹ جانے یا ہمیشہ کے لئے کم ہوجانے کی امید تو نہیں، کم از کم ایک روز کی تو کچھ چھٹی مل جایا کرے) فرشتے کہیں گے کہ (یہ بتلاؤ) کیا تمھارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے (اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں بتلاتے رہے تھے) دوزخی کہیں گے ہاں آتے تو رہے تھے (مگر ہم نے ان کا کہنا نہ مانا بَلٰی قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا) فرشتے کہیں گے کہ تو پھر (ہم تمھارے لئے دعا نہیں کر سکتے کیونکہ کافروں کے لئے دعا کرنے کی ہم کو اجازت نہیں ہے) تم ہی (اگر جی چاہے تو خود دعا کرلو، اور تمھاری دعا کا بھی کچھ نتیجہ نہ ہوگا کیونکہ) کافروں کی دعا (آخرت میں) محض بے اثر ہے (کیونکہ آخرت میں کوئی دعا بغیر ایمان کے قبول نہیں ہوسکتی اور ایمان کا موقع دنیا ہی تھا وہ تم کھو چکے اور یہ جو کہا کہ آخرت میں، اس سے فائدہ یہ ہے کہ دنیا میں تو کافروں کی دعا بھی قبول ہوسکتی ہے، جیسا کہ سب سے بڑے کافر ابلیس کی سب سے بڑی دعا قیامت تک زندہ رہنے کی قبول کرلی گئی)۔

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ
ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگانی میں اور
يَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ
جب کھڑے ہوں گے گواہ جس دن کام نہ آئیں منکروں کو ان کے بہانے
وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا
اور ان کو پھٹکار ہے اور ان کے واسطے برا گھر اور ہم نے دی
مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿۵۳﴾
موسیٰ کو راہ کی سوجھ اور وارث کیا بنی اسرائیل کو کتاب کا
هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ
سجھانے اور سمجھانے والی عقلمندوں کو سو تو ٹھہرا رہ بے شک
وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے اور بخشوا اپنا گناہ اور پاکی بول اپنے
رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ
رب کی خوبیاں شام کو اور صبح کو جو لوگ جھگڑتے ہیں
فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۙ إِن فِي صُدُورِهِمْ
اللہ کی باتوں میں بغیر کسی سند کے جو پہنچی ہو ان کو اور کچھ بات نہیں
إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ
ان کے دلوں میں غرور ہے کبھی نہ پہنچیں گے اس تک سو تو پناہ مانگ اللہ کی بے شک وہ
السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ
سنتا دیکھتا ہے البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا بڑا ہے
مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾
لوگوں کے بنانے سے لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے
وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۙ وَالَّذِينَ آمَنُوا
اور برابر نہیں اندھا اور آنکھوں والا اور نہ ایماندار
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ ۚ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾
جو بھلے کام کرتے ہیں اور نہ بدکار تم بہت کم سوچتے کرتے ہو

إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
تحقیق قیامت آنی ہے اس میں دھوکا نہیں ولیکن بہت سے لوگ
لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ
نہیں مانتے اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو بے شک
الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿۶۰﴾
جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری بندگی سے اب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر

خلاصۂ تفسیر

ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں (جیسا اوپر موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے معلوم ہوا) اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے (فرشتے جو کہ نامۂ اعمال لکھتے تھے اور قیامت کے روز اس بات کی گواہی دیں گے کہ رسولوں نے عمل تبلیغ کیا اور کفار نے عمل تکذیب، غرض وہ فرشتے گواہی کے لئے کھڑے ہوں گے (مراد اس سے قیامت کا دن ہے، وہاں کی مدد کا حال ابھی کفار کے معذّب بالنار ہونے سے معلوم ہو چکا ہے، آگے اس دن کا بیان ہے یعنی) جس دن کہ ظالموں (یعنی کافروں) کو اُن کی معذرت کچھ نفع نہ دیگی (یعنی اوّل تو کوئی معتد بہ معذرت نہ ہوگی اور اگر کچھ حرکت مذبوحی کی طرح ہوئی تو وہ نافع نہ ہوگی) اور اُن کے لئے لعنت ہوگی اور اُن کے لئے اس عالم میں خرابی ہوگی (پس اس طرح آپ اور آپ کے اتباع بھی منصور ہوں گے اور مخالفین ذلیل و مقہور ہوں گے تو آپ تسلی رکھئے) اور (آپ کے قبل) ہم موسیٰ (علیہ السلام) کو ہدایت نامہ (یعنی توریت) دے چکے ہیں اور (پھر) ہم نے وہ کتاب بنی اسرائیل کو پہنچائی تھی کہ وہ ہدایت اور نصیحت (کی کتاب) تھی اہل عقل (سلیم) کے لئے (بخلاف بے عقلوں کے کہ وہ اس سے منتفع نہ ہوئے۔ اسی طرح مثل موسیٰ علیہ السلام کے آپ بھی صاحب رسالت و صاحب وحی ہیں اور اسی طرح مثل بنی اسرائیل کے آپ کے متبعین آپ کی کتاب کی خدمت کریں گے اور جیسے ان میں اہل عقل تصدیق کرنے والے اور متبع تھے اور بے عقل لوگ منکر و مخالف اسی طرح آپ کی امت میں بھی دونوں طرح کے لوگ ہیں) سو (اس سے بھی) آپ (تسلی حاصل کیجئے اور کفار کی ایذاؤں پر) صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ (جس کا اوپر لننصر الخ میں ذکر ہوا ہے بالکل) سچا ہے اور اگر کبھی کمال صبر میں کچھ کمی ہو گئی ہو جو حسب قواعد شرعیہ واقع میں تو گناہ نہیں، مگر آپ کے رتبۂ عالی کے اعتبار سے وجوب تدارک میں مثل گناہ ہی کے ہے، اس کا تدارک کیجئے وہ تدارک یہ ہے کہ) اپنے (اس) گناہ کی (جس کو مجازاً آپ کی

شان عالی کے اعتبار سے گناہ کہدیا گیا ہے) معافی مانگیے اور (ایسے شغل میں لگے رہیے کہ غمگین و حزین
کرنے والی چیزوں کی طرف التفات ہی نہ ہو وہ شغل یہ ہے کہ) شام اور صبح (یعنی علی الدوام) اپنے
رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے (یہ مضمون تو آپ کی تسلی کے متعلق ہو گیا، آگے منکرین و مجادلین پر
توبیخ اور رد ہے یعنی) جو لوگ بلا کسی سند کے کہ ان کے پاس موجود ہو، خدا کی آیتوں میں جھگڑے
نکالا کرتے ہیں (ان کو کوئی وجہ اشتباہ کی نہیں ہے کہ وہ جدال کا سبب ہو بلکہ) ان کے دلوں میں
نری بڑائی (ہی بڑائی) ہے کہ وہ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں (اور وہ بڑائی سبب جدال کا ہے
کیونکہ وہ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں، اتباع سے عار آتا ہے وہ خود اوروں ہی کو اپنا تابع بنانے کی ہوس
رکھتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ بڑائی نصیب نہ ہوگی بلکہ جلد ہی ذلیل و خوار ہوں گے۔ چنانچہ بدر وغیرہ
میں مسلمانوں سے مغلوب ہوئے) سو (جب یہ خود بڑائی چاہتے ہیں تو آپ سے حسد و عداوت
سب کچھ کریں گے لیکن) آپ (اندیشہ نہ کیجیے بلکہ ان کے شر سے) اللہ کی پناہ مانگتے رہیے، بے شک
وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا (تو وہ اپنی صفاتِ کمال سے اپنی پناہ میں آئے
ہوئے لوگوں کو محفوظ رکھے گا یہ جدال تو آپ کو رسول ماننے میں تھا۔ آگے ان کا جدال قیامت کے
متعلق مع رد مذکور ہے یعنی وہ لوگ جو آدمیوں کے دوبارہ پیدا ہونے کے منکر ہیں بڑے کم عقل ہیں،
اس واسطے کہ) بالیقین آسمانوں اور زمین کا (ابتداءً) پیدا کرنا آدمیوں کے (دوبارہ) پیدا کرنے کی
نسبت بڑا کام ہے (جب بڑے کام پر قدرت ثابت ہو گئی تو چھوٹے پر بدرجۂ اولیٰ ثابت ہے اور یہ
دلیل ثبوت کے لئے کافی شافی ہے) لیکن اکثر آدمی (اتنی بات) نہیں سمجھتے (کیونکہ وہ غور ہی نہیں کرتے
اور بعضے ایسے بھی ہیں جو غور بھی کرتے ہیں اور سمجھتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں، اس طرح قرآن کو
سننے والوں کی دو قسم ہو گئیں، ایک اس کو سمجھنے اور ماننے والے یہ صاحب بصیرت اور صاحب ایمان
ہیں۔ دوسرے نہ سمجھنے اور نہ ماننے والے یہ مثل نابینا اور بدعمل کے ہیں) اور (ان دونوں قسموں
کے آدمی یعنی ایک) بینا (دوسرا) نابینا اور (ایک) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے
کام کئے اور (دوسرے) بدکار باہم برابر نہیں ہوتے (اس میں آپ کی تسلی بھی ہے کہ ہر قسم کے
لوگ ہوا کرتے ہیں، سب کیسے سمجھنے لگیں اور منکرین پر عذاب قیامت کی وعید بھی ہے کہ ہم
سب کو برابر نہ رکھیں گے۔ آگے منکرین کو یعنی ان لوگوں کو جو مثل نابینا کے اور بدعمل ہیں بطور التفات
کے زجر ہے فرماتے ہیں کہ) تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو (ورنہ اعمیٰ اور بدعمل نہ رہتے۔ اور قیامت کے
متعلق جدال کا جواب دیکر آگے اس کے واقع ہونے کی خبر دیتے ہیں کہ) قیامت تو ضرور ہی آکر رہے گی
اس (کے آنے) میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں مگر اکثر لوگ (بوجہ عدم تدبر فی الدلائل کے
اس کو) نہیں مانتے اور (ایک جدال ان کا توحید میں تھا کہ خدا کے ساتھ شریک کرتے تھے

۳۹

آگے اس کے متعلق کلام ہے یعنی) تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ (غیروں کو حوائج کے لئے مت
پکارو بلکہ) مجھ کو پکارو میں (باستثناء نامناسب معروض کے) تمہاری (ہر) درخواست قبول
کرلوں گا (دعا کے متعلق آیت قرآنی فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَاۤءَ کا یہی مطلب ہے
کہ نامناسب درخواست و دعا کو رد کر دیا جاوے گا) جو لوگ (صرف) میری عبادت سے (جس میں
مجھ سے دعا مانگنا بھی داخل ہے) سرتابی کرتے ہیں (اور غیروں کو پکارتے اور ان کی عبادت
کرتے ہیں، حاصل یہ ہوا کہ جو لوگ توحید سے اعراض کرکے شرک کرتے ہیں) وہ عنقریب (مرتے ہی)
ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

معارف و مسائل

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ـــــ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ
ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور مؤمنین کی مدد کیا کرتے ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ظاہر ہے کہ
یہ مدد بمقابلہ مخالفین اور اعداء کے مقصود ہے۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کے متعلق تو اس کا وقوع ظاہر ہے
مگر بعض انبیاء علیہم السلام جیسے یحییٰ و زکریا و شعیب علیہم السلام جن کو دشمنوں نے شہید کر دیا یا بعض
کو وطن چھوڑ کر دوسری جگہ ہجرت کرنا پڑی۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے متعلق شبہ ہو سکتا ہے۔

ابن کثیر نے بحوالہ ابن جریر اس کا جواب دیا ہے کہ آیت میں نصرت سے مراد انتصار اور دشمنوں سے
انتقام لینا ہے ـــــ خواہ ان کی موجودگی میں انکے ہاتھوں سے یا ان کی وفات کے بعد
یہ معنی تمام انبیاء و مؤمنین پر بلا کسی استثناء کے صادق ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے انبیاء کو قتل کیا پھر وہ
کیسے کیسے عذابوں میں گرفتار کرکے رسوا کئے گئے، اس سے تاریخ لبریز ہے۔ حضرت یحییٰ، زکریا اور
حضرت شعیب علیہم السلام کے قاتلوں پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا جنھوں نے ان کو ذلیل و خوار کرکے
قتل کیا۔ نمرود کو اللہ نے کیسے عذاب میں پکڑا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں پر اللہ تعالیٰ نے روم کو مسلط
کر دیا۔ جنھوں نے ان کو ذلیل و خوار کیا اور پھر قیامت سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ ان کو دشمنوں پر غالب
فرمائیں گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ہی کے ہاتھوں
زیر کیا، ان کے سرکش سردار مارے گئے۔ کچھ قید کرکے لائے گئے، باقی ماندہ فتح مکہ میں گرفتار کرکے لائے گئے
جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا۔ آپ کا کلمہ دنیا میں بلند ہوا اور وہی سب ادیان پر

غالب آیا، پورے جزیرۃ العرب پر آپ کے زمانے ہی میں اسلام کی حکومت قائم ہوگئی۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۔ یعنی جس دن کھڑے ہوں گے گواہ، مراد یوم قیامت ہے، وہاں تو انبیاء و مؤمنین کے لئے نصرت الٰہیہ کا خصوصی ظہور ہوگا۔

اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۔ یعنی یہ لوگ جو اللہ کی آیات میں بغیر کسی حجت و دلیل کے جدال کرتے ہیں، اور مقصد دراصل اس دین سے انکار کرنا ہے جس کا سبب انکے سوا کچھ نہیں کہ ان کے دلوں میں تکبر ہے۔ یہ اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اپنی بے وقوفی سے یوں سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ بڑائی ہمیں اپنے مذہب پر قائم رہنے سے حاصل ہے، اس کو چھوڑ کر مسلمان ہوجائیں گے تو ہماری یہ ریاست و اقتدار نہ رہے گا۔ قرآن کریم نے فرمادیا کہ مَا هُمْ بِبَالِغِيْهِ یعنی یہ اپنی موہوم بڑائی عظمت اور ریاست کو اسلام لائے بغیر نہ پاسکیں گے۔ البتہ اسلام لے آتے تو عزت و عظمت ان کے ساتھ ہوتی۔ (قرطبی)

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۔

دعا کی حقیقت اور اس کے فضائل و درجات اور شرط قبولیت

دعا کے لفظی معنے پکارنے کے ہیں اور اکثر استعمال کسی حاجت و ضرورت کے لئے پکارنے میں ہوتا ہے۔ کبھی مطلق ذکر اللہ کو بھی دعاء کہا جاتا ہے۔ یہ آیت اُمتِ محمدیہ کا خاص اعزاز ہے کہ ان کو دعا مانگنے کا حکم دیا گیا۔ اور اسکی قبولیت کا وعدہ کیا گیا۔ اور جو دعا نہ مانگے اس کے لئے عذاب کی وعید آئی ہے۔

حضرت قتادہ رحؒ نے کعب احبارؒ سے نقل کیا ہے کہ پہلے زمانے میں یہ خصوصیت انبیاء ؑ کی تھی، کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا تھا کہ آپ دعا کریں میں قبول کروں گا۔ اُمتِ محمدیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ حکم تمام اُمت کے لئے عام کردیا گیا۔ (ابن کثیر)

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الدُّعَاۤءَ هُوَ الْعِبَادَةُ ۔ یعنی دعاء عبادت ہی ہے اور پھر آپ نے استدلال میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ ۔

(رواہ الامام احمد والترمذی والنسائی و ابو داؤد وغیرہ۔ ابن کثیر)

تفسیر مظہری میں ہے کہ جملہ اِنَّ الدُّعَاۤءَ هُوَ الْعِبَادَةُ میں بقاعدہ عربیت (قصر المسند علی المسند الیہ) یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ دعاء عبادت ہی کا نام ہے یعنی ہر دعا عبادت ہی ہے اور (قصر المسند الیہ علی المسند کے طور پر) یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ ہر عبادت ہی دعا ہے۔ یہاں دونوں احتمال ہیں۔ اور مراد یہاں یہ ہے کہ دعا اور عبادت اگرچہ لغوی مفہوم کے اعتبار سے دونوں جدا جدا ہیں مگر مصداق

کے اعتبار سے دونوں متحد ہیں کہ ہر دعا عبادت ہے اور ہر عبادت دعا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عبادت نام ہے کسی کے سامنے انتہائی تذلل اختیار کرنے کا اور ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو کسی کا محتاج سمجھ کر اس کے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلانا بڑا تذلل ہے جو مفہوم عبادت کا ہے۔ اسی طرح ہر عبادت کا حاصل بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور جنت اور دنیا اور آخرت کی عافیت مانگنا ہے۔ اسی لئے ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص میری حمد و ثنا میں اتنا مشغول ہو کہ اپنی حاجت مانگنے کی بھی اسے فرصت نہ ملے میں اس کو مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا۔ (یعنی اس کی حاجت پوری کردوں گا)۔ (رواہ الجزری فی النہایہ) اور ترمذی و مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:۔ من شغله القرآن عن ذكري ومسئلتي اعطيته افضل ما اعطي السائلين ۔ یعنی جو شخص تلاوت قرآن میں اتنا مشغول ہو کہ مجھ سے اپنی حاجات مانگنے کی بھی اسے فرصت نہ ملے تو میں اس کو اتنا دوں گا کہ مانگنے والوں کو بھی اتنا نہیں ملتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر عبادت بھی وہی فائدہ دیتی ہے جو دعا کا فائدہ ہے۔

اور عرفات کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفات میں میری دعا اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی دعاء یہ کلمہ ہے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ (رواہ ابن ابی شیبہ۔ مظہری)

اس میں عبادت اور ذکر اللہ کو دعا فرمایا ہے، اور اس آیت میں عبادت بمعنے دعاء کے ترک کرنے والوں کو جو جہنم کی وعید آئی ہے وہ بصورت استکبار ہے یعنی جو شخص بطور استکبار کے اپنے آپ کو دعاء سے مستغنی سمجھ کر دعاء چھوڑے یہ علامت کفر کی ہے اس لئے وعید جہنم کا استحقاق ہوا۔ ورنہ فی نفسہٖ عام دعائیں فرض و واجب نہیں، ان کے ترک سے کوئی گناہ نہیں۔ البتہ باجماع علماء مستحب اور افضل ہے۔ (مظہری) اور حسب تصریح احادیث موجب برکات ہے۔

فضائلِ دعا

حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعاء سے زیادہ کوئی چیز مکرّم نہیں۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ حاکم عن ابی ہریرۃ)۔

حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الدعاء مخ العبادة یعنی دعاء عبادت کا مغز ہے۔ (ترمذی عن انس رضؓ)

حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سوال اور حاجت طلبی کو پسند فرماتا ہے اور سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ سختی کے وقت آدمی فراخی کا انتظار کرے۔ (ترمذی عن ابن مسعودؓ)۔

حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے اپنی حاجت کا سوال

نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب ہوتا ہے۔ (ترمذی۔ ابن حبان۔ حاکم)۔

ان سب روایات کو تفسیر مظہری میں نقل کر کے فرمایا کہ دعا نہ مانگنے والے پر غضب الٰہی کی وعید اس صورت میں ہے کہ نہ مانگنا تکبر اور اپنے آپ کو مستغنی سمجھنے کی بنا پر ہو جیسا کہ آیت مذکورہ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔

حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا سے عاجز نہ ہو کیونکہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔ (ابن حبان۔ حاکم عن انس رضؓ)۔

حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور آسمان و زمین کا نور ہے۔ (حاکم فی المستدرک عن ابی ہریرۃ رضؓ)۔

حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کیلئے دعا کے دروازے کھول دیئے گئے اس کے واسطے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا اس سے زیادہ محبوب نہیں مانگی گئی کہ انسان اس سے عافیت کا سوال کرے۔ (ترمذی۔ حاکم عن ابن عمر رضؓ)۔ لفظ عافیت بڑا جامع لفظ ہے، جس میں بلاؤں سے حفاظت اور ہر ضرورت و حاجت کا پورا ہونا داخل ہے۔

مسئلہ:۔ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا مانگنا حرام ہے وہ دعا اللہ کے نزدیک قبول بھی نہیں ہوتی۔ (کما فی الحدیث عن ابی سعید الخدری رضؓ)۔

قبولیتِ دُعا کا وعدہ آیت مذکورہ میں اس کا وعدہ ہے کہ جو بندہ اللہ سے دعا مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے مگر بعض اوقات انسان یہ بھی دیکھتا ہے کہ دعا مانگی وہ قبول نہیں ہوتی۔ اس کا جواب ایک حدیث میں ہے جو حضرت ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان جو بھی دعا اللہ سے کرتا ہے اللہ اس کو عطا فرماتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ ہو اور قبول فرمانے کی تین صورتوں میں سے کوئی صورت ہوتی ہے ایک یہ کہ جو مانگا وہی مل گیا، دوسرے یہ کہ اس کی مطلوب چیز کے بدلے اس کو آخرت کا کوئی اجر و ثواب دیدیا گیا۔ تیسرے یہ کہ مانگی ہوئی چیز تو نہ ملی مگر کوئی آفت و مصیبت اس پر آنے والی تھی وہ ٹل گئی۔ (مسند احمد۔ مظہری)۔

قبولیتِ دُعا کی شرائط آیت مذکورہ میں تو بظاہر کوئی شرط نہیں۔ یہاں تک کہ مسلمان ہونا بھی قبولیت دعا کی شرط نہیں ہے۔ کافر کی دعا بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ ابلیس کی دعا تا قیامت زندہ رہنے کی قبول ہو گئی۔ نہ دعا کے لئے کوئی وقت شرط نہ طہارت اور نہ باوضو ہونا شرط ہے۔ مگر احادیث معتبرہ میں بعض چیزوں کو موانع قبولیت فرمایا ہے۔ ان چیزوں سے اجتناب لازم ہے جیسا کہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض آدمی بہت سفر کرتے اور آسمان کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور یا رب

یا رب کہہ کر اپنی حاجت مانگتے ہیں مگر ان کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، ان کو حرام ہی غذا دی گئی تو ان کی دعا کہاں قبول ہو گی۔ (رواہ مسلم)۔

اسی طرح غفلت و بے پروائی کے ساتھ بغیر دھیان دئے دعا کے کلمات پڑھلیں تو حدیث میں اس کے متعلق بھی آیا ہے کہ ایسی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ (ترمذی عن ابی ہریرۃ رضؓ)

اَللّٰہُ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الَّیۡلَ لِتَسۡکُنُوۡا فِیۡہِ وَ النَّہَارَ مُبۡصِرًا ؕ

اللہ ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو کہ اس میں چین پکڑو اور دن بنایا دیکھنے کو

اِنَّ اللّٰہَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ

اللہ تو فضل والا ہے لوگوں پر اور لیکن بہت لوگ

لَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ ۘ

حق نہیں مانتے وہ اللہ ہے رب تمہارا ہر چیز بنانے والا

لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۫ فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۶۲﴾ کَذٰلِکَ یُؤۡفَکُ الَّذِیۡنَ

کسی کی بندگی نہیں اسکے سوائے پھر کہاں سے پھیرے جاتے ہو اسی طرح پھیرے جاتے ہیں جو لوگ

کَانُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجۡحَدُوۡنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰہُ الَّذِیۡ جَعَلَ

کہ اللہ کی باتوں سے منکر ہوتے رہتے ہیں اللہ ہے جس نے بنایا تمہارے

لَکُمُ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَکُمۡ فَاَحۡسَنَ

لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو عمارت اور صورت بنائی تمہاری تو اچھی

صُوَرَکُمۡ وَ رَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ ۚ ۖ

بنائیں صورتیں تمہاری اور روزی دی تم کو ستھری چیزوں سے وہ اللہ ہے رب تمہارا

فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶۴﴾ ہُوَ الۡحَیُّ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ

سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو رب ہے سارے جہان کا وہ ہے زندہ رہنے والا کسی کی بندگی نہیں اس کے

فَادۡعُوۡہُ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ

سوائے سو اس کو پکارو خالص کر کر اس کی بندگی سب خوبی اللہ کو جو رب ہے

الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶۵﴾ قُلۡ اِنِّیۡ نُہِیۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ

سارے جہان کا تو کہہ مجھ کو منع کر دیا کہ پوجوں ان کو جن کو تم پکارتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ وَاُمِرْتُ
سوائے اللہ کے جب پہنچ چکیں میرے پاس کھلی نشانیاں میرے رب سے اور مجھ کو حکم ہوا

اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ
کہ تابع رہوں جہان کے پروردگار کا وہی ہے جس نے بنایا تم کو

تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ
خاک سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون جمے ہوئے سے پھر تم کو نکالتا ہے

طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ
بچہ پھر جب تک کہ پہنچو اپنے پورے زور کو پھر جب تک کہ ہو جاؤ بوڑھے

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ
اور کوئی تم میں ایسا ہے کہ مرجاتا ہے پہلے اس سے اور جب تک کہ پہنچو لکھے وعدے کو اور

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا
تاکہ تم سوچو وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب

قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع
حکم کرے کسی کام کا تو یہی کہے اس کو کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے

خلاصۂ تفسیر

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے (نفع کے) لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اسی نے دن کو (دیکھنے کے لئے) روشن بنایا (تاکہ بے تکلف معاش حاصل کرو) بے شک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا ہی فضل ہے (کہ ان کی مصلحتوں کی کیسی کیسی رعایت فرمائی) لیکن اکثر آدمی (ان نعمتوں کا) شکر نہیں کرتے (بلکہ الٹا شرک کرتے ہیں) یہ اللہ ہے تمہارا رب (جس کا ذکر ہوا نہ وہ جن کو تم نے تراش رکھا ہے) وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو (بعد اثبات توحید کے) تم لوگ کہاں (شرک کرکے) الٹے چلے جا رہے ہو (اور مخاطبین کی کیا تخصیص ہے جس طرح تعصب وعناد سے یہ الٹے چلے جا رہے ہیں) اسی طرح وہ (پہلے) لوگ بھی الٹے چلا کرتے تھے جو اللہ کی (تکوینی و تنزیلی) نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے اللہ ہی ہے جس نے زمین کو (مخلوق کا) قرار گاہ بنایا اور آسمان کو (اوپر سے مثل) چھت (کے) بنایا، اور تمہارا نقشہ بنایا، سو عمدہ نقشہ بنایا (چنانچہ انسان کے اعضاء کی برابر کسی حیوان کے اعضاء میں تناسب

نہیں اور یہ مشاہد و مسلم ہے) اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں (پس) یہ اللہ ہے تمہارا رب سو بڑا عالی شان ہے اللہ جو سارے جہان کا پروردگار ہے وہی (ازلی ابدی) زندہ (رہنے والا) ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو تم (سب) خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارا کرو (اور شرک نہ کیا کرو) تمام خوبیاں اسی اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ آپ (ان مشرکوں کو سنانے کے لئے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کر دی گئی ہے کہ میں اُن (شرکاء) کی عبادت کروں جن کو خدا کے علاوہ تم پکارتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی نشانیاں آچکیں (مراد دلائل عقلیہ و نقلیہ ہیں مطلب یہ کہ شرک سے مجھے ممانعت ہوئی ہے) اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں (صرف) رب العالمین کے سامنے (عبادت میں) گردن جھکا لوں (مطلب یہ کہ مجھ کو توحید کا حکم ہوا ہے) وہی ہے جس نے تم کو (یعنی تمہارے باپ کو) مٹی سے پیدا کیا پھر (آگے اُن کی نسل کو) نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے (جیسا کہ سورۂ حج میں بیان ہوا ہے) پھر تم کو بچہ کر کے (ماں کے پیٹ سے) نکالتا ہے پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو پھر (تم کو اور زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور کوئی کوئی تم میں سے (ان عمروں سے یعنی جوانی اور بڑھاپے سے) پہلے ہی مر جاتا ہے (یہ تو سب کا الگ الگ حال ہوا کہ کوئی جوان ہوا کوئی نہ ہوا کوئی بوڑھا ہوا کوئی نہ ہوا) اور (یہ امر آئندہ سب میں مشترک ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو ایک خاص عمر دیتا ہے) تاکہ تم سب (اپنے اپنے) وقت مقرر (مقدر) تک پہنچ جاؤ (پس یہ امر کلی ہے اور جزئیات مختلفہ سب اسی کلی کے جزئی ہیں) اور (یہ سب کچھ اس لئے کیا) تاکہ تم لوگ (ان امور میں غور کر کے خدا تعالیٰ کی توحید کو) سمجھو وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب وہ کسی کام کو (دفعۃً) پورا کرنا چاہتا ہے سو بس اس کی نسبت (اتنا) فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔

معارف و مسائل

آیات مذکورہ میں حق تعالیٰ کے انعامات اور قدرت کاملہ کے چند مظاہر پیش کر کے توحید کی دعوت دی گئی ہے۔

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۔ غور کیجئے کہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ قدرت نے تمام طبقات انسان بلکہ جانوروں تک کے لئے فطری طور پر نیند کا ایک وقت معین کر دیا۔ اور اس وقت کو اندھیرا کر کے نیند کیلئے مناسب بنا دیا۔ اور سب کی طبیعت و فطرت میں رکھ دیا کہ اسی وقت یعنی رات کو نیند آتی ہے ورنہ جس طرح انسان اپنے کاروبار کے لئے اپنی اپنی طبیعت و سہولت کے لحاظ سے اوقات مقرر کرتا ہے۔ اگر نیند بھی اسی طرح اس کے اختیار میں ہوتی۔ اور ہر انسان

اپنی نیند کا پروگرام مختلف اوقات میں بنایا کرتا تو نہ سونے والوں کو نیند کی لذت و راحت ملتی نہ جاگنے والوں کے کام کا نظم درست ہوتا۔ کیونکہ انسانوں کی حاجتیں باہم ایک دوسرے سے متعلق ہوتی ہیں، اگر اوقات نیند کے مختلف ہوتے تو جاگنے والوں کے وہ کام مختل ہو جاتے جو سونے والوں سے متعلق ہیں اور سونے والوں کے وہ کام خراب ہو جاتے جن کا تعلق جاگنے والوں سے ہے اور صرف انسانوں کی نیند کا وقت متعین ہوتا۔ بہائم اور حیوانات کی نیند کے اوقات دوسرے ہوتے تو بھی انسانی کاموں کا نظام مختل ہو جاتا۔

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ۔ انسان کی صورت کو اللہ تعالیٰ نے سب جانوروں سے ممتاز اعلیٰ اور بہتر ہیئت میں بنایا ہے۔ اس کو سوچنے سمجھنے کی عقل عطا فرمائی۔ اس کے ہاتھ پاؤں ایسے بنائے کہ ان سے طرح طرح کی اشیاء و مصنوعات بنا کر اپنی راحت کے سامان پیدا کر لیتا ہے۔ اس کا کھانا پینا بھی عام جانوروں سے ممتاز ہے وہ اپنے منہ سے چرتے اور پیتے ہیں یہ ہاتھوں سے کام لیتا ہے۔ عام جانوروں کی غذا مفردات سے ہے، کوئی گوشت کھاتا ہے کوئی گھاس اور پتے اور وہ بھی بالکل مفرد بخلاف انسان کے کہ یہ اپنے کھانے کو مختلف قسم کی چیزوں پھلوں، ترکاریوں گوشت اور مسالحہ سے لذیذ و مرغوب بنا کر کھاتا ہے۔ ایک ایک پھل سے طرح طرح کے کھانے اور اچار، مربے، چٹنی تیار کرتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى

کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں کہاں سے

يُصْرَفُوْنَ ۝۶۹ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا

پھیرے جاتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا اس کتاب کو اور اس کو جو بھیجا ہم نے

بِهٖ رُسُلَنَا ڕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۷۰ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ

اپنے رسولوں کے ساتھ سو آخر جان لیں گے جب طوق پڑیں ان کی

اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ۝۷۱ فِي الْحَمِيْمِ ڏ

گردنوں میں اور زنجیریں بھی گھسیٹے جائیں جلتے پانی میں

ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝۷۲ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا

پھر آگ میں ان کو جھونک دیں پھر ان کو کہیں کہاں گئے

كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝۷۳ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا

جن کو تم شریک بتلایا کرتے تھے اللہ کے سوائے بولیں وہ ہم سے چوک گئے

عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَـيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ

کوئی نہیں ہم تو پکارتے نہ تھے پہلے کسی چیز کو اسی طرح

يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۴ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ

بچلاتا ہے اللہ منکروں کو یہ بدلہ اس کا جو تم اتراتے پھرتے تھے

فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝۷۵

زمین میں ناحق اور اس کا جو تم اکڑتے تھے

اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ

داخل ہو جاؤ دروازوں میں دوزخ کے سدا رہنے کو اس میں سو کیا برا

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۷۶ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ

ٹھکانا ہے غرور والوں کا سو تو ٹھہرا رہ بیشک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے

فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

پھر اگر ہم دکھلا دیں تجھ کو کوئی وعدہ جو ہم ان سے کرتے ہیں یا قبض کرلیں تجھ کو

فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝۷۷ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ

ہر حالت میں ہماری ہی طرف پھر آئیں گے اور ہم نے بھیجے ہیں بہت رسول تجھ سے پہلے

مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ

بعضے ان میں وہ ہیں کہ ہم نے سنایا تجھ کو ان کا احوال اور بعضے ہیں کہ

نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ

نہیں سنایا اور کسی رسول کا مقدور نہ تھا کہ لے آتا کوئی نشانی

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ

مگر اللہ کے حکم سے پھر جب آیا حکم اللہ کا فیصلہ ہو گیا انصاف سے

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۷۸

اور ٹوٹے میں پڑے اس جگہ جھوٹے

خلاصۂ تفسیر

کیا آپ نے ان لوگوں (کی حالت) کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں (حق سے) کہاں پھرے چلے جا رہے ہیں، جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن) کو جھٹلایا اور اس

چیز کو بھی (جھٹلایا) جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دیکر بھیجا تھا (اس میں کتب و احکام و معجزات سب داخل ہوگئے کیونکہ مشرکین عرب اور کسی پیغمبر کو بھی نہیں مانتے تھے) سو ان کو ابھی (یعنی قیامت میں کہ قریب ہے) معلوم ہوا جاتا ہے جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور (اُن طوقوں میں) زنجیریں (پروئی ہوئی) ہوں گی (جن کا دوسرا سرا فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگا اور ان زنجیروں سے) ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے پانی میں پہنچائیں گے ــــ پھر یہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے پھر اُن سے پوچھا جاوے گا کہ وہ (معبود) غیر اللہ کہاں گئے جن کو تم شریک (خدائی) ٹھہراتے تھے (یعنی تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے) وہ کہیں گے کہ وہ تو سب ہم سے غائب ہوگئے بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ ہم اس کے قبل (دنیا میں) جو بتوں کو پوجتے تھے تو اب معلوم ہوا کہ کسی کو بھی نہیں پوجتے تھے (یعنی معلوم ہوا کہ وہ لاشئ محض تھے ایسی بات غلطی ظاہر ہونے کے وقت کہی جاتی ہے جیسے کوئی شخص تجارت میں خسارہ اٹھائے اور اس سے پوچھا جاوے کہ تم فلاں مال کی تجارت کیا کرتے ہو اور وہ کہے کہ میں تو کسی کی بھی تجارت نہیں کرتا یعنی جب اس کا ثمرہ حاصل نہ ہو تو یوں سمجھنا چاہیئے کہ گویا وہ عمل ہی نہ ہوا، آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے (کہ جس چیز کے لاشئ و غیر نافع ہونے کا وہاں وہ خود اقرار کریں گے، آج یہاں اُن کی عبادت میں مشغول ہیں ارشاد ہوگا کہ) یہ (سزا) اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے اور اس کے بدلہ میں ہے کہ تم اتراتے تھے (اور اس کے قبل اُن کو حکم ہوگا) کہ جہنم کے دروازوں میں گھسو (اور) ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو سو متکبرین (عن آیات اللہ) کا وہ برا ٹھکانا ہے۔ (اور جب اُن سے اس طرح انتقام لیا جاوے گا) تو آپ (چند روز) صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر جس (عذاب) کا (مطلقاً) ہم اُن سے وعدہ کر رہے ہیں (کہ کفر موجب عذاب ہے) اُس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپ کو دکھلا دیں (یعنی آپ کی حیات میں اُن پر اس کا نزول ہوجاوے) یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات دیدیں (پھر خواہ بعد میں نزول ہو یا نہ ہو) سو (دونوں احتمال ہیں کوئی شق ضروری نہیں لیکن ہر حال اور ہر احتمال پر) ہمارے ہی پاس اُن کو آنا ہوگا (اور اس وقت بالیقین ان پر عذاب واقع ہوگا) اور (اس بات کو یاد کرکے بھی تسلی حاصل کیجئے کہ) ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں بعضے تو وہ ہیں کہ اُن کا قصہ ہم نے آپ سے (اجمالاً یا تفصیلاً) بیان کیا ہے اور بعضے وہ ہیں جن کا ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور (یہ امر سب میں مشترک ہے کہ) کسی رسول سے یہ نہ ہوسکا کہ کوئی معجزہ بدون اذن الٰہی کے ظاہر ہوسکے (اور اُمت کی ہر فرمائش پوری کرسکے۔ سو بعضے اس لئے بھی اُن کی تکذیب کرتے رہے، اسی طرح یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ تسلی رکھئے اور صبر کیجئے) پھر جس وقت اللہ کا حکم (نزول عذاب کے لئے) آوے گا،

(خواہ دنیا میں یا آخرت میں لقولہ تعالیٰ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ الخ) تو ٹھیک ٹھیک (عملی) فیصلہ ہوجاوے گا اور اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہ جاویں گے۔

معارف و مسائل

يُسْحَبُوْنَ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۔ حمیم کھولتا ہوا گرم پانی ہے۔ اس آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اہل جہنم کو پہلے حمیم میں ڈالا جائے گا، اس کے بعد جحیم یعنی جہنم میں اور بظاہر اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حمیم جہنم سے باہر کسی جگہ ہے۔ سورۂ صٰفّٰت کی آیت ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ حمیم جہنم سے باہر کسی جگہ ہے اہل جہنم کو اس کا پانی پلانے کے لئے لایا جائیگا پھر جہنم میں لوٹا دیا جائے گا۔ اور بعض آیات قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ حمیم بھی جہنم ہی میں ہے جیسے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ اس میں تصریح ہے کہ حمیم بھی جہنم کے اندر ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد و تعارض نہیں۔ جہنم ہی کے بہت سے طبقات ہوں گے جن میں قسم قسم کے عذاب ہوں گے۔ انہیں میں ایک طبقہ حمیم کا بھی ہوسکتا ہے جس کو بوجہ ممتاز اور الگ ہونے کے جہنم سے خارج بھی کہا جاسکتا ہے اور چونکہ یہ بھی ایک طبقہ جہنم ہی کا ہے اس لئے اس کو جہنم بھی کہا جاسکتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اہل جہنم زنجیروں میں جکڑے ہوئے کبھی کھینچ کر حمیم میں ڈال دئے جاویں گے کبھی جحیم میں۔

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا ۔ یعنی جہنم میں پہنچکر مشرکین کہیں گے وہ بت اور شیاطین جن کی ہم عبادت کیا کرتے تھے آج غائب ہوگئے۔ مراد یہ ہے کہ ہمیں نظر نہیں آتے اگرچہ وہ بھی جہنم کے کسی گوشہ میں پڑے ہوں جیسا کہ قرآن کی دوسری آیات سے ان کا جہنم میں ہونا ثابت ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۔

بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۔ تفرحون۔ فرح سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں خوش ہونا اور مسرور ہونا۔ اور تمرحون، مرح سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں اترانا اور مال و دولت پر فخر و غرور میں مبتلا ہوکر دوسروں کے حقوق میں تعدی کرنا۔ مرح تو مطلقاً مذموم اور حرام ہے اور فرح یعنی خوشی میں یہ تفصیل ہے کہ مال و دولت کے نشہ میں خدا کو بھول کر معاصی سے لذت حاصل کرنا اور ان پر خوش ہونا یہ تو حرام و ناجائز ہے اور اس آیت میں یہی فرح مراد ہے جیسے قارون کے قصہ میں بھی فرح اسی معنے میں آیا ہے لَا تَفْرَحْ

إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ - یعنی بہت خوش نہ ہو، اللہ تعالیٰ خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور دوسرا درجہ فرح کا یہ ہے کہ دنیا کی نعمتوں اور راحتوں کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھ کر ان پر خوشی و مسرّت کا اظہار کرے، یہ جائز بلکہ مستحب اور مامور بہ ہے، ایسی ہی فرح کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا۔ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا - یعنی اس پر خوش ہونا چاہئے۔ آیت مذکورہ میں فرح کے ساتھ کوئی قید نہیں مطلقاً سبب عذاب ہے اور فرح کے ساتھ بغیر الحق کی قید لگا کر بتلا دیا کہ ناحق اور ناجائز لذتوں پر خوش ہونا حرام اور حق و جائز نعمتوں پر بطور شکر کے خوش ہونا عبادت اور ثواب ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ الآیۃ - اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کے ساتھ اس کے منتظر تھے کہ کافروں کو عذاب ملے۔ اس لئے آپ کی تسلی کے لئے اس آیت میں یہ فرمایا کہ آپ ذرا صبر کریں، اللہ نے جو وعدہ ان کے لئے عذاب کا کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا، خواہ آپ کی حیات ہی میں یا آپ کی وفات کے بعد۔ کافروں کے عذاب کا انتظار بظاہر شانِ رحمۃ للعالمین کے منافی ہے۔ لیکن جبکہ مجرمین کو سزا دینے سے مقصد غیر مجرم مؤمنین کو جن پر ظلم کیا گیا تھا تسلی دینا ہو تو مجرموں کو سزا، شفقت و رحمت کے منافی نہیں۔ کسی مجرم کو سزا دینا کسی کے نزدیک بھی رحمت کے خلاف نہیں سمجھا جاتا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا
اللہ ہے جس نے بنا دیئے تمہارے واسطے چوپائے تاکہ سواری کرو بعضوں پر
وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا
اور بعضوں کو کھاتے ہو اور ان میں تم کو بہت فائدے ہیں اور تاکہ پہنچو
عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ
ان پر چڑھ کر کسی کام تک جو تمہارے جی میں ہو اور ان پر اور کشتیوں پر
تُحْمَلُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ
لدے پھرتے ہو اور دکھلاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں پھر کون کون سی نشانیوں کو اپنے
تُنْكِرُوْنَ ﴿٨١﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا
رب کی نہ مانو گے کیا پھرے نہیں وہ ملک میں کہ دیکھ لیتے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ
کیا انجام ہوا ان سے پہلوں کا وہ تھے ان سے
مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى
زیادہ اور زور میں سخت اور نشانیوں میں جو چھوڑ گئے ہیں زمین پر پھر کام نہ آیا
عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
ان کے جو وہ کماتے تھے پھر جب پہنچے اُن کے پاس رسول اُن کے
بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ
کھلی نشانیاں لے کر اترانے لگے اس پر جو ان کے پاس تھی خبر اور الٹ پڑی
بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَاَوْا
ان پر وہ چیز جس پر ٹھٹھا کرتے تھے پھر جب انھوں نے دیکھ لیا
بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ
ہماری آفت کو بولے ہم یقین لائے اللہ اکیلے پر اور ہم نے چھوڑ دیں وہ چیزیں جن کو
مُشْرِكِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا
شریک بتلاتے تھے پھر نہ ہوا کہ کام آئے ان کو یقین لانا ان کا جس وقت
رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ
دیکھ چکے ہمارا عذاب رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آئی ہے اس کے بندوں میں
وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ ع
اور خراب ہوئے اس جگہ منکر -

خلاصۂ تفسیر

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے مویشی بنائے تاکہ ان میں بعض سے سواری لو اور اُن میں بعض ایسے ہیں کہ ان کو (کھاتے بھی ہو اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں (کہ ان کے بال اور اُون کام آتی ہے) اور (اس لئے بنائے) تاکہ تم اُن پر (سوار ہو کر) اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے (جیسے کسی سے ملنے کے لئے جانا تجارت کے لئے جانا وغیرہ وغیرہ) اور (سوار ہونے میں کچھ اُن ہی کی تخصیص نہیں بلکہ) اُن پر (بھی) اور کشتی پر (بھی) لدے لدے پھرتے ہو اور (ان کے علاوہ) تم کو اپنی (قدرت کی) اور نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے (چنانچہ ہر مصنوع اس کی صنعت پر ایک نشان ہے) سو تم

اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کروگے (اور یہ لوگ جو بعد قیام دلائل بھی توحید کے منکر ہیں تو کیا ان کو شرک کے وبال کی خبر نہیں اور) کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (مشرک) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں (اس شرک کی بدولت) ان کا کیسا انجام ہوا (حالانکہ) وہ لوگ ان سے عدد میں بھی) زیادہ تھے اور قوت اور نشانوں میں (بھی) جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں (مثل عمارات وغیرہ) بڑھے ہوئے تھے سو ان کی (یہ تمام تر) کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی (اور عذاب الٰہی سے نہ بچ سکے) غرض جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے (اس) علم (معاش) پر بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا (یعنی معاش کو مقصود سمجھ کر اور اس میں جو ان کو لیاقت حاصل تھی اس پر خوش ہوئے اور معاد کا انکار کر کے اس کی طلب کو دیوانگی اور اس کے انکار پر وعید عذاب سے تمسخر کیا) اور (اس کے وبال میں) اُن پر وہ عذاب آپڑا جس کے ساتھ تمسخر کرتے تھے، پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے (اب) ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور اُن سب چیزوں سے ہم منکر ہوئے جن کو ہم اُس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے سو ان کا یہ ایمان لانا نافع نہ ہوا جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ (کیونکہ وہ ایمان اضطراری ہے اور بندہ مکلف ہے ایمان اختیاری کا) اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے اور اس وقت (یعنی جبکہ ایمان نافع نہ ہوا) کافر خسارہ میں رہ گئے (پس ان مشرکین کو بھی یہ سمجھ کر ڈرنا چاہیے، ان کے لئے بھی یہی ہوگا پھر کچھ تلافی نہ ہو سکے گی)۔

معارف ومسائل

فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ۔ یعنی ان عاقبت نا اندیش منکرین کے پاس جب اللہ تعالیٰ کے رسول دلائل واضحہ توحید وایمان کے لے کر آئے تو یہ لوگ اپنے علم کو انبیاء کے لائے ہوئے علم سے بہتر اور حق سمجھ کر انبیاء کے کلام کا رَدّ کرنے لگے۔ یہ علم جس پر کفار خوش اور مگن تھے اور اس کے مقابلہ میں انبیاء کے علوم کو رَدّ کرتے تھے۔ یا تو ان کا جہل مرکب تھا کہ ناحق اور باطل کو حق وصحیح سمجھ بیٹھے تھے۔ جیسے یونانی فلاسفہ کے بیشتر علوم وتحقیقات جو الٰہیات سے متعلق ہیں اسی نمونہ کی ہیں جن کی کوئی دلیل نہیں۔ ان کو جہل مرکب تو کہہ سکتے ہیں۔ اُن کا نام علم رکھنا علم کی توہین ہے۔ یا پھر ان کے اس علم سے مراد دنیا کی تجارت، صنعت وغیرہ کا علم ہے جس میں یہ لوگ فی الواقع ماہر تھے اور قرآن کریم نے ان کے اس علم کا ذکر سورۂ رُوم کی آیت میں اس طرح

فرمایا ہے یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ۔ یعنی یہ لوگ دنیا کی ظاہری زندگی اور اس کے منافع حاصل کرنے کو تو کچھ جانتے سمجھتے ہیں، مگر آخرت جہاں ہمیشہ رہنا ہے اور جہاں کی راحت وکلفت دائمی ہے اُس سے بالکل جاہل وغافل ہیں۔ اس آیت میں بھی اگر یہی علم ظاہر دنیا کا مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ چونکہ قیامت اور آخرت کے منکر ہیں وہاں کی راحت وکلفت سے جاہل وغافل ہیں۔ اسی لئے اپنے اسی ظاہری ہنر پر خوش اور مگن ہو کر انبیاء کے علوم کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ (مظہری)

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ۔ یعنی عذاب سامنے آنے کے بعد یہ لوگ ایمان کا اقرار کرنے لگے مگر اس وقت کا ایمان اللہ کے نزدیک مقبول ومعتبر نہیں۔ حدیث میں ہے کہ یقبل اللہ توبۃ العبد مالم یغرغر (ابن کثیر) یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت سے پہلے پہلے قبول کرتے ہیں جس وقت نزع رُوح اور غرغرۂ موت سامنے آجائے، اسی طرح پر عذاب آسمانی کے سامنے آجانے کے بعد کسی کی توبہ اور ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالتَّوْبَةَ قَبْلَ الْمَوْتِ وَالْيُسْرَ وَالْمُعَافَاةَ عِنْدَ الْمَوْتِ وَالْمَغْفِرَةَ وَالرَّحْمَةَ بَعْدَ الْمَوْتِ بِبَرَكَةِ اٰلِ حٰمٓ وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم۔

تمت سورۃ المومن بحمد اللہ تعالیٰ وعونہ

للثالث عشر من ربیع الاٰخر ۱۳۹۲ھ یوم السبت

فللہ الحمد اولہ وآخرہ وظاہرہ وباطنہ